Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پُراسرار غار کی موتی

اے حمید

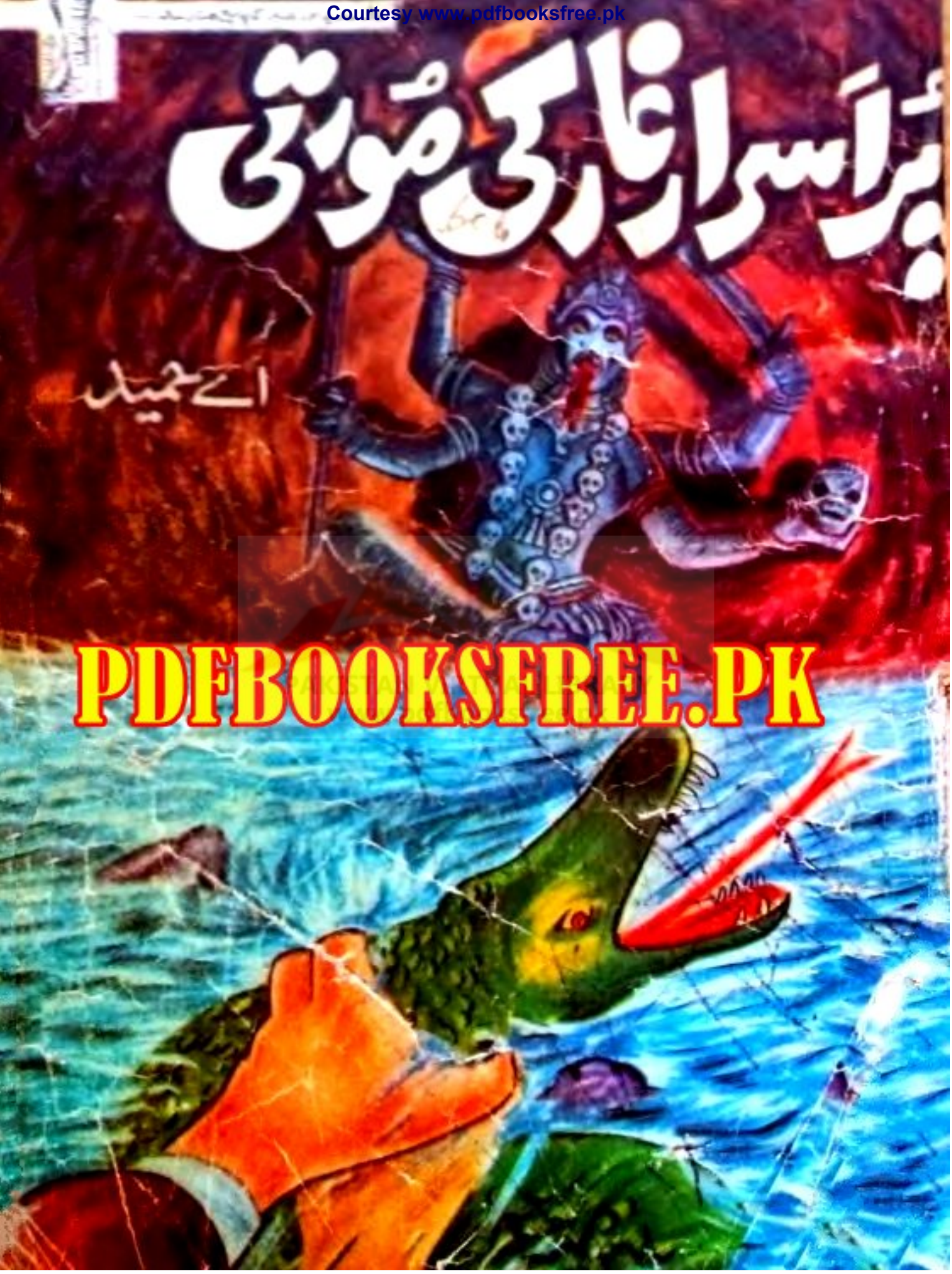

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

96

4966

نیا مکتبہ اقرا

ناگ، ماریا، عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

پُراسرار غار کی مُورتی

اے۔ حمید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قیمت: ۵/- روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں
بار اول

ناشر: نیا مکتبہ اقرا، ۱۳ شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: الفرید پرنٹرز، لاہور

پیارے دوستو،

عنبر مغل جلاوطن بادشاہ کی امانت نولکھا شاہی ہار لے کر زگون پہنچتا ہے وہ سلومی کو ساتھ لیے جنگل میں ایک پہاڑی پر پہنچتا ہے۔ رات کو موسلا دھار مینہ برستا ہے۔ عنبر کو آدھی رات کے وقت مندر کے دروازے میں روشنی دکھائی دیتی ہے — وہ سیڑھیاں اتر کر اندر جاتا ہے تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں — نیچے چبوترے پر ایک بت نظر آتا ہے جس کے آگے دیا جل رہا ہے اور ایک چڑیل اپنا سر کاٹ کر بت کے آگے رکھ رہی ہے —

عنبر کی آہٹ پا کر چڑیل کا کٹا ہوا سر عنبر کو دیکھتا ہے اور پھر اڑ کر اس کے چہرے سے ٹکراتا ہے — عنبر باہر کو بھاگتا ہے باہر سلومی غائب ہوتی ہے — چڑیل بھی غائب ہو جاتی ہے — عنبر آگے بڑھتا ہے — ادھر ناگ بادبانی جہاز لے کر سمندر میں سفر کرتا چلا آ رہا ہے — عنبر سنسان جنگل میں اکیلا زگون کی طرف چلا جاتا ہے — ایک جگہ اسے کیچڑ میں بڑے بڑے پاؤں کے نشان نظر آتے ہیں۔ پھر کسی عورت کے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ عنبر آواز کی طرف بڑھتا ہے — اور — اس کے آگے آپ خود پڑھ لیں گے —

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ترتیب

- چڑیل سے مقابلہ
- آسیبی بگھی
- مردہ بول اٹھا
- کٹا ہوا سر
- پُراسرار غار کی مورتی

چڑیل سے مقابلہ

عنبر جلدی سے مردہ شیر کی اوٹ میں ہو گیا۔

جنگل میں کل رات کی طرح پھر چاند نکل آیا تھا اور گڑھے کے اوپر گول سوراخ میں چاند کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ چڑیل کی آواز کے بعد جنگل کا سناٹا زیادہ بھیانک ہو گیا تھا۔

عنبر سانس روکے چڑیل کی آواز دوبارہ سننے کا انتظار کر رہا تھا۔ آخر آواز پھر بلند ہوئی۔ اس بار آواز گڑھے کے بالکل قریب سے آئی تھی۔ عنبر برابر اوپر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اچانک گڑھے کے سوراخ کے ایک کنارے پر چڑیل کا ڈراؤنا چہرہ نمودار ہوا۔ اُس کے سرکنڈوں ایسے بال لٹک رہے تھے اور وہ دونوں ہاتھ گڑھے کے کنارے پر رکھے نیچے عنبر کو دیکھ رہی تھی۔ ایک بار تو عنبر کا بدن بھی خوف سے ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور ریوالور کی نالی کا رُخ اوپر کر کے چڑیل کا نشانہ باندھا اور فائر کر دیا۔ گولی چڑیل کی کھوپڑی میں سے گزر گئی تھی۔ کیونکہ چڑیل نے ایک زور کی چیخ ماری اور اپنا سر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیچھے کر لیا۔

کچھ دیر تک جنگل چڑیل کی چیخوں سے گونجتا رہا۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ یہ خاموشی بڑی بھیانک اور تکلیف دہ تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ ابھی کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔ عنبر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ باہر کس طرح سے نکلے؟

اتنے میں گڑھے کے اوپر سے ایک تلوار سنسناتی ہوئی آئی اور عنبر کے سر سے ٹکرا کر پرے جا گری۔ چڑیل نے حملہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد دوسری پھر تیسری تلوار اس پر گری۔ چڑیل کا سر ایک بار پھر نمودار ہوا۔ چڑیل غرا رہی تھی۔ سخت غصے میں تھی۔ اس نے چیخ مار کر دونوں ہاتھ نیچے کیے اور گڑھے میں گویا کسی نے آگ انڈیل دی۔ عنبر کے چاروں طرف دہکتے ہوئے انگارے ہی انگارے پڑے تھے۔ شیر کی لاش اس آگ میں جلنے لگی تھی۔

عنبر پر آگ نے کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ چڑیل نیچے دیکھ کر قہقہے لگا رہی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کے شکار پر آگ نے اثر نہیں کیا تو اس نے ایک ہاتھ اوپر اٹھایا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا سانپ آ گیا۔ اس نے دوسرا ہاتھ اوپر اٹھایا، ایک اور سانپ اس کے دوسرے ہاتھ میں آ گیا۔ چڑیل نے دونوں سانپ عنبر کے اوپر گڑھے میں پھینک دیے۔

سانپ بے حد زہریلے تھے اور ان کے حلق سے خوف ناک پھنکاروں کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ ان کے نیچے گرتے ہی آگ سرد پڑ گئی تھی۔ سانپوں نے عنبر پر حملہ کر دیا۔ ایک سانپ نے عنبر کے ہاتھ پر اچھل کر ڈس دیا۔ دوسرے نے اس کی گردن کے گرد لپٹ کر اسے دبانا شروع کر دیا۔

عنبر کے لیے یہ حملہ کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ اس نے دونوں سانپوں کو پکڑ کر مسل ڈالا۔ سانپ مر گئے۔ چڑیل نے اپنے سانپوں کا یہ حشر دیکھا تو گڑھے کے ارد گرد پاگلوں کی طرح چیخنے اور چکر لگانے لگی۔ پھر اس نے ایک بہت بڑا پتھر اٹھا کر عنبر پر پھینک دیا۔ پتھر عنبر کے سر پر آ کر لگا۔

عنبر کی بجائے کوئی اور ہوتا تو وہ پس کر سرمہ بن گیا ہوتا۔ مگر یہاں یہ ہوا کہ پتھر عنبر کے سر سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ عنبر نے اوپر منہ کر کے کہا:

"اے خبیث چڑیل، میں اوپر آ کر تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بتا سلومی کہاں ہے؟"

اس کے جواب میں چڑیل نے زور زور سے مکروہ قہقہے لگانے شروع کر دیے۔ پھر اس کے قہقہوں کی آواز آدھی رات کے سناٹے میں جنگل میں دور ہوتے ہوتے غائب ہو گئی۔ عنبر کو افسوس ہوا کہ جس چڑیل کی تلاش میں وہ یہاں تک آیا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ ایک بار پھر اس کے ہاتھ سے نکل گئی — اب سلوی کی گمشدگی کا معما کیوں کر حل ہو گا۔ خدا جانے اس چڑیل نے اُسے کہاں گم کر رکھا تھا — کہیں یہ ڈائن سلوی کو کھا ہی نہ گئی ہو۔ اس خیال کے ساتھ ہی عنبر بے چین ہو گیا اور باہر نکلنے کی ترکیب پر پوری توجہ سے غور کرنے لگا —

اس نے اوپر دیکھا تو اسے گڑھے کی دیوار میں سے کسی درخت کی جڑ باہر نکلی ہوئی نظر آئی — جڑ اس سے کافی اُوپر تھی۔ عنبر نے اچھل کر دو ایک بار جڑ کو پکڑنے کی کوشش کی — مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا — نا امید ہو کر بیٹھ گیا۔ کبھی اسے ناگ کا خیال آتا کہ نہ جانے وہ کہاں چلا گیا ہے اگر وہ کہیں آس پاس ہوتا تو ضرور اس کی مدد کو آتا، پھر اُسے سلوی کا خیال آیا کہ خدا جانے وہ کہاں گم ہو گئی ہے۔ اسی طرح سوچتے سوچتے کافی دیر ہو گئی —

عنبر نے محسوس کیا کہ گڑھے کے اندر جو چاند کی ہلکی ہلکی روشنی آ رہی تھی، وہ غائب ہو گئی ہے — اس نے اُوپر گڑھے کے گول سوراخ کی طرف دیکھا — وہاں بھی چاندنی نہیں تھی۔ اس کی جگہ ہلکا ہلکا اندھیرا چھا گیا تھا — اتنے میں بجلی چمک کر بجھ گئی —

عنبر سمجھ گیا کہ آسمان پر بادل چھا گئے ہیں، پھر بادلوں

کے گرجنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی عنبر پر بارش کے قطرے گرنے لگے —

بارش ایک دم سے ٹوٹ کر برسنے لگی — برما کے جنگلوں میں اسی طرح سے بارشیں ہوا کرتی ہیں — چھاجوں پانی برسنے لگا تھا اور پھر خدا جانے کدھر سے بارش کا پانی تیز نالے کی شکل میں گڑھے میں گرنا شروع ہو گیا — دیکھتے دیکھتے گڑھے میں اتنا پانی بھر گیا کہ شیر کی لاش اس میں تیرنے لگی اور پانی عنبر کے کندھوں تک پہنچ گیا —

وہ بڑا خوش ہوا، کیونکہ اگر پانی اسی طرح سے گڑھے میں بھرتا رہا تو وہ اس میں سے تیر کر باہر نکل سکے گا — اب وہ تیز بارش کی دُعا مانگنے لگا — بارش موسلا دھار ہو رہی تھی اور اس کے شور سے جنگل گونج رہا تھا — اب چاروں طرف سے گڑھے میں بارش کا پانی گر رہا تھا — گڑھا آدھے سے زیادہ بھر گیا — عنبر اس میں تیرنے لگا۔

پانی کی سطح بلند ہوتی گئی اور پھر گڑھا سارے کا سارا پانی سے بھر گیا — عنبر تیرتا ہوا گڑھے سے باہر آ گیا۔

باہر نکلتے ہی اس نے خدا کا شکر ادا کیا — اپنے کپڑے نچوڑے — بارش کا زور ٹوٹ گیا تھا — لیکن درختوں میں سے بارش کا پانی ٹپ ٹپ گر رہا تھا —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر نے سوچا کہ چڑیل کی تلاش اب بے کار ہے — نہ معلوم وہ کہاں کی کہاں نکل گئی ہوگی — بہتر یہی ہے کہ شہر اکیاب کا رُخ کیا جائے اور پھر وہاں سے رنگون پہنچ کر بھلا وطن بادشاہ کے ٹھکانے پر جا کر اُس کی امانت اُس کے حوالے کی جائے۔ اگر قسمت میں ہوا تو سلوی کہیں نہ کہیں ضرور مل جائے گی پھر اُسے یہ بھی خیال تھا کہ ناگ ضرور رنگون پہنچے گا۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد عنبر بارش اور اندھیرے میں ہی واپس روانہ ہوگیا — درختوں پر سے بارش کا پانی ٹپا ٹپ گر رہا تھا۔ عنبر ٹیلے کی چڑھائی چڑھ کر مندر کے صحن میں آگیا۔ گوتم بدھ کا مجسمہ پانی میں آدھا ڈوب گیا تھا — عنبر نے ایک نظر مندر کے اندر دیکھا — چبوترے پر بُت کے آگے جلتا ہوا چراغ بجھ چکا تھا۔

عنبر مندر سے نکل کر ٹیلے سے نیچے اُتر آیا اور اکیاب شہر کو جانے والی کچی چھوٹی سی سڑک پر چل پڑا۔ یہ سڑک جنگل کے ساتھ ساتھ ہو کر جا رہی تھی — کافی دیر چلنے کے بعد عنبر کو اپنی جانب سے سمندر کی بُو آتی محسوس ہوئی — سمندر کی خاص بُو ہوتی ہے جس میں مچھلیوں اور گلی سڑی جھاڑیوں کی بُو شامل ہوتی ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ سمندر بائیں جانب ہوگا۔

بارش رُک گئی تھی — رات بھی ڈھلنے لگی تھی۔ عنبر جنگل کے

ساتھ ساتھ جانے والی سڑک پر چلا جا رہا تھا — یہ سڑک کیچڑ سے بھری ہوئی تھی — عنبر سڑک کے اوپر گھاس کی پگ ڈنڈی پر چلا جا رہا تھا — پیدل چلنے سے اس کے کپڑے اب زیادہ گیلے نہیں رہے تھے — آسمان پر گھنے بادل تھے — پَو پھٹنے میں ابھی ایک آدھ گھنٹہ باقی تھا — بادلوں نے پچھلے پہر کی نیلی روشنی کو بھی دبا دیا تھا جس کی وجہ سے عنبر کے ارد گرد اور سامنے جنگل میں اندھیرا چھایا ہوا تھا — چونکہ عنبر کو تھکان بالکل نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے وہ برابر چلتا گیا — وہ اب جلدی سے جلدی اکیاب کے شہر میں پہنچنا چاہتا تھا —

سڑک ایک جگہ مڑ گئی — سامنے بڑی اونچی چٹان آگئی جس پر سبز رنگ کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں — نیچے اس کی پتھریلی دیوار کے ساتھ ایک تیز برساتی ندی بہہ رہی تھی، جس کا ہلکا ہلکا شور اُٹھ رہا تھا — عنبر کو ندی میں سے گزرنا تھا — اس کا پانی بہت تیز تھا — عنبر ندی کے پانی میں اتر گیا۔ پانی اس کے گھٹنوں تک آگیا۔ یہ اس قدر تیز تھا کہ اگر عنبر کی جگہ کوئی بہت بڑا درخت بھی ہوتا تو پانی اُسے تنکے کی طرح بہا کر لے جاتا — مگر عنبر چٹان سے بھی زیادہ طاقت والا تھا۔ پانی عنبر کے جسم سے پوری طاقت کے ساتھ ٹکراتا اور پھٹ کر آگے نکل جاتا —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر ندی کے پار اتر گیا — پگ ڈنڈی چٹان کے گرد نصف چکر کاٹ کر آگے ایک چھوٹی سی ٹیکری کے اوپر سے ہو کر دوبارا آگے جنگل میں داخل ہو گئی تھی — عنبر نے دیکھا کہ اندھیرے میں ٹیکری کے اوپر کسی مکان کا خاکہ سا نظر آ رہا ہے — یہ کس کا مکان ہو سکتا ہے ؟ شاید کسی مکان کا کھنڈر ہو جس کے رہنے والے مدت ہوئی جنگلی درندوں یا چڑیلوں کا شکار ہو گئے ہوں. لیکن مجھے اس مکان کا سراغ لگانے کی کیا ضرورت پڑی ہے. یہ سوچ کر عنبر مکان کو بائیں جانب اوپر ٹیکری پر چھوڑ کر آگے نکل گیا.

یہاں پہاڑی سلسلہ ختم ہو گیا تھا — سامنے میدان تھا. جس میں کیلے، ناریل اور سپاری کے درختوں کے جھنڈ پو پھٹنے کی دھیمی دھیمی روشنی میں ابھرنے کی کوشش کر رہے تھے —

سڑک بھی چوڑی ہو گئی تھی ؛ گویا اکیاب کا شہر اب قریب آ رہا تھا، لیکن جنگل کا سماں ختم نہیں ہوا تھا — ایک سنسانی اور ویرانی عنبر کے دونوں طرف پھیلی ہوئی تھی — مغرب کی طرف سے اب سمندری ٹھنڈی ہوا آنے لگی تھی — سمندر یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا.

دن نکل آیا — بادلوں کی وجہ سے سورج تو نہ نکلا مگر دن کی روشنی بادلوں میں سے چھن چھن کر پھیل گئی. عنبر نے دیکھا

کہ وہ جس سڑک پر جا رہا تھا اس پر گھنے درختوں نے سایا کر رکھا تھا — سڑک پر رات کی بارش کا پانی اور گرے پڑے درختوں کی شاخیں بکھری پڑی تھیں —

اچانک سامنے سے ایک ہاتھی سڑک پار کر گیا، پھر بندروں کا ایک گروہ جنگل میں سے نکل کر سڑک پر سے گزرنے لگا. عنبر بڑی دلچسپی سے انہیں دیکھ رہا تھا —

بندر جنگل کے دوسری جانب درختوں میں غائب ہو گئے —

عنبر نے اپنا سفر جاری رکھا — وہ سڑک کا ایک موڑ گھوم کر سڑک کے دوسری طرف آیا تو درختوں میں سے چار آدمی نکل کر اچانک اس کے سامنے آ گئے — انہوں نے سروں پر زرد رومال باندھ رکھے تھے اور ہاتھوں میں خنجر تھے — ایک آدمی نے پستول تان رکھا تھا —

یہ برمی ڈاکو تھے جو برما کے جنگلوں میں اکثر نہتے مسافروں کو لوٹ کر ہلاک کر دیا کرتے تھے. عنبر جب رنگون میں رہا کرتا تھا تو اس نے ان ڈاکوؤں کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا —

وہ آپس میں برمی زبان میں باتیں کر رہے تھے — انہوں نے عنبر کے گرد گھیرا ڈال لیا — جس ڈاکو کے ہاتھ میں پستول تھا. وہ عنبر کی طرف پستول کی نالی کا منہ کر کے ٹوٹی پھوٹی اردو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زبان میں بولا :

"تمہاری جیب میں جو ہے نکال دو۔"

عنبر کی جیب میں تو بارہ بور کا جرمن ریوالور تھا۔ جس کی شکل ۱۸۵۰ء کے برمی ڈاکوؤں نے خواب میں بھی نہیں دیکھی ہوگی —

عنبر نے جیب سے ریوالور نکال کر سیدھا فائر کر دیا۔ گولی پستول والے ڈاکو کے حلق میں جا کر لگی اور اُسے تڑپتا ہوا زمین پر چھوڑ کر پیچھے درخت کے تنے میں جا کر گھس گئی — اپنے ساتھی کی لاش دیکھ کر باقی تینوں ڈاکوؤں نے عنبر پر خنجروں سے حملہ کر دیا۔

یہ اُن کی بڑی بہادری تھی ؛ وگرنہ اُن کی جگہ کوئی اور ہوتا تو بھاگ جاتا — عنبر کے لیے اُن کا حملہ کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ اُس نے اپنا ریوالور جیب میں ڈال لیا اور اپنی گردن، کمر اور ٹانگوں پر خنجروں کے وار کرتے ڈاکوؤں میں سے ایک کو بازوؤں سے پکڑ کر ذرا سا جھٹکا دیا۔ وہ عنبر کے قدموں پر اوندھے منہ آن گرا۔ اُس کی گردن پر عنبر نے پاؤں رکھ کر اُسے چیونٹی کی طرح مسل دیا — دوسرے کو گردن سے پکڑ کر اوپر کو زور سے اچھالا تو وہ اوپر گھنے درختوں کی شاخوں میں جا کر الٹا لٹک گیا — چوتھا دم دبا کر بھاگ گیا —

عنبر نے ڈاکوؤں کے سردار کی تھیلی اٹھا کر کھولی تو اس میں کچھ نقدی تھی — عنبر نے یہ سوچ کر جیب میں رکھ لی کہ رنگون میں کام آئے گی۔

دوپہر کے وقت عنبر اکیاب پہنچ گیا۔

اس زمانے کا یہ ایک چھوٹا مگر پُررونق شہر تھا۔ دو سڑکیں شہر کے بیچ میں سے ایک دوسری کو کاٹتی ہوئی گزرتی تھیں — دکانوں پر پھل، پرانے کپڑے، آٹا، چاول اور پان بک رہے تھے۔ بادلوں کی وجہ سے موسم میں حبس ہو رہا تھا — عنبر ایک سرائے میں جا کر اُتر گیا — یہاں اس نے نہا دھو کر بازار سے خریدے ہوئے دوسرے کپڑے پہنے — کھانا کھایا اور کچھ دیر آرام کیا —

شام کو بازار میں رونق ہوگئی — دکانوں پر چراغ جل اُٹھے۔ مگر یہ ساری رونق رات آٹھ بجے تک ہی رہی — اس کے بعد وہاں ویرانی چھا گئی۔ عنبر بھی واپس سرائے میں آ گیا — اُس نے اپنا ریوالور جیب میں ہی رکھا ہوا تھا — مغلیہ شاہی مار بھی اس کی جیکٹ کی اندرونی جیب میں تھا — اکیاب سے ایک جہاز سے چلنے والا سٹیمر صبح سویرے رنگون کو جاتا تھا — عنبر اسی سٹیمر میں رنگون جا رہا تھا۔

رات اس نے سرائے میں بسر کرنا تھی — رات دس گیارہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بجے تک وہ اپنی سرائے کی کوٹھڑی میں کھڑکی کے پاس چراغ جلائے بیٹھا رنگون شہر کا نقشہ دیکھتا رہا — وہ اس شہر میں پچاس برس پہلے آیا تھا — اب بھی شہر ویسا ہی تھا مگر تھوڑا تبدیل ہوگیا تھا — پہلے بادبانی جہاز چلتے تھے اب نیا نیا کوئلے سے چلنے والا انجن دریافت ہوا تھا اور رنگون کی بندرگاہ پر دھواں اگلتے جہاز آ کر لنگر ڈالتے تھے۔

دوسرے روز عنبر منہ اندھیرے اُٹھا اور اکیاب کی چھوٹی بندرگاہ پر آ گیا — ایک چھوٹا سٹیمر کنارے کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ جس پر مسافر سوار ہو رہے تھے — عنبر بھی اس میں چڑھ گیا اور عرشے کے جنگلے کے پاس بچھی ہوئی کرسی پر جا کر بیٹھ گیا جب سٹیمر رنگون جانے والے مسافروں سے کچھا کچھ بھر گیا تو اس نے بھاری اور بھدی وسل دیا اور پھر زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ وہ سمندر میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔

رنگون وہاں سے زیادہ دُور نہیں تھا — مگر آج سے سو برس پہلے سمندری جہازوں کی رفتار بہت سست ہوا کرتی تھی سٹیمر سارا دن اور ساری رات سمندر میں مینڈک کی طرح تیرتا رہا — دوسرے روز شام کو جا کر کہیں رنگون کے دریا ایراوتی میں داخل ہوا — سمندر کا پانی پیچھے رہ گیا تھا — ایراوتی دریا رنگون شہر کے باہر بہتا ہے اور اسی کے کنارے پر رنگون کی

مشہور بندرگاہ بنی ہوئی ہے — آج سے سو برس پہلے بھی یہ بندرگاہ بڑی رونق والی تھی — کیونکہ جاوا سماٹرا کے گرم مصالحے اور ریشمی کپڑا لے کر لندن جانے والے جہاز اسی بندرگاہ سے ہو کر گزرا کرتے تھے۔ ہندوستان کے ساتھ ہی ساتھ اس ملک میں بھی انگریزوں نے اپنی سازشیں پھیلا رکھی تھیں اور آدھے ملک پر ان کا قبضہ ہو چکا تھا — یہی وجہ تھی کہ آخری مغل بادشاہ کو انہوں نے رنگون میں ہی جلا وطن کیا۔

رات عنبر نے رنگون کی ایک سرائے میں بسر کی۔ ساری رات یہاں بھی بادل چھائے رہے اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد بارش ہوتی رہی —

صبح اٹھ کر عنبر نے سرائے کی کھڑکی میں سے باہر جھانکا۔ بارش رُکی ہوئی تھی — مگر بادلوں سے آسمان بھرا ہوا تھا۔ برمی عورتیں اپنے رنگ برنگ لباسوں میں بازار میں چل پھر رہی تھیں۔ کھانے پینے کی دکانوں پر گرم گرم چائے اور بھُنی ہوئی مچھلی خوب بک رہی تھی — یہ لوگ چاول اور مچھلی کے بڑے شوقین ہوتے ہیں۔ مچھلی کا اچار تو ان کی من بھاتی غذا ہے۔

عنبر نے باتوں ہی باتوں میں سرائے کے مالک سے برمی زبان میں پوچھا :

"بہادر شاہ ظفر کو رنگون میں کس جگہ انگریزوں نے جلا وطن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر رکھا ہے ؟"

سرائے والا برمی ادھیڑ عمر کا بوڑھا تھا — پہلے تو اُس نے پوچھا :

"تم برمی کیسے جانتے ہو ؟"

عنبر نے کہا :

"میں چھوٹا سا تھا جب اپنے باپ کے ساتھ رنگون میں رہا کرتا تھا — میرا باپ یہاں کوئلے کی کان میں ٹھیکے داری کرتا تھا — پھر ہم لوگ ہندوستان چلے گئے اور میرا باپ مغل دربار میں ملازم ہو گیا — غدر کے بعد وہ شہید ہو گیا — اس نے مرتے ہوئے مجھے کہا تھا کہ بادشاہ کو رنگون جلا وطن کر دیا گیا ہے۔ رنگون جا کر تم بادشاہ کو میرا آخری سلام ضرور پہنچا دینا — پس میں اپنے باپ کی آخری وصیت پوری کرنے یہاں آیا ہوں۔"

سرائے کا مالک عنبر کی برمی زبان سے بڑا خوش ہوا۔ اُس نے کہا :

"یہاں تمہیں کوئی نہیں بتائے گا کہ بادشاہ کو کہاں جلا وطن کیا گیا ہے — کیونکہ لوگ انگریز سے ڈرتے ہیں۔ لیکن تم میرے برمی دوست ہو، اس لیے میں تمہیں بتاتا ہوں۔ بادشاہ بہادر شاہ ظفر یہاں سے ڈیڑھ سو میل کے فاصلے پر چالدہ نام کے ایک پہاڑی گاؤں میں قید ہے — تم بیل گاڑی میں ہی وہاں

پہنچ سکتے ہو — اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

عنبر نے کہا :

"شکریہ میرے دوست، مجھے اتنی معلومات ہی چاہیے تھیں۔"

جس وقت سرائے والا عنبر کو یہ معلومات بتا رہا تھا، ٹھیک اس وقت ایک پُراسرار سا برمی آدمی لکڑی کی پرانی کرسی پر بیٹھا سگار پیتے ہوئے یہ باتیں غور سے سُن رہا تھا۔ اس آدمی کے سر پر جامنی رنگ کا رومال باندھا ہوا تھا اور کمر کے گرد اسی رنگ کی برمی لنگی کس کر باندھی ہوئی تھی۔

اسی روز دوپہر کے وقت عنبر جب رنگون سے چالدہ گاؤں کی جانب بیل گاڑی پر روانہ ہوا تو وہ بھی رنگون کے ایک دریا کنارے والی بستی سے گھوڑے پر سوار ہو کر ایک طرف روانہ ہو گیا۔

اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذرا ناگ کا بھی حال معلوم کریں —

ناگ بحری ڈاکوؤں کے اغوا کیے ہوئے بادبانی جہاز میں رنگون کی طرف کھلے سمندروں میں سفر کر رہا تھا — دو راتیں ایک دن اور اس نے سمندر میں گزار دیے — جس وقت عنبر اکیاب پہنچا، اس روز سمندر میں بڑا بھیانک طوفان آگیا — طوفان رات بھر سے شروع تھا — مگر دن نکلتے ہی اُس کی شدت بڑھ گئی اور لہریں قہر بن کر جہاز سے ٹکریں مارنے لگیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ ڈیک پر آکر جہاز کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے بادبان لپیٹ دیے۔

مگر طوفان تھا کہ رکنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ بڑی بڑی موجیں لکڑی کے جہاز کو ایک کھلونے کی طرح سمندر میں اچھال رہی تھیں — جہاز میں سارا پانی بھر گیا —

ناگ نے یہ حالت دیکھی تو اُسے اندازہ ہو گیا کہ جہاز کوئی پل کا مہمان ہے — ایک پہاڑ ایسی لہر زور سے غضبناک ہو کر آئی اور جہاز سے اتنے زور سے ٹکر ماری کہ اُس کا مستول ٹوٹ کر ڈیک پر گر پڑا اور اس کے گرنے سے ڈیک میں گہرا شگاف پڑ گیا۔

ناگ نے یہ حالت دیکھی تو فوراً کبوتر بن کر جہاز کی سب سے اُوپر والی تکونی چھت کے بانس پر بیٹھ گیا۔ اس بانس کے ساتھ بحری ڈاکوؤں کا کھوپڑی والا کالا جھنڈا لگا تھا۔ جھنڈا سمندری تیز ہواؤں میں بڑے زور سے پھڑ پھڑا رہا تھا۔ آخر وہی ہوا جس کا ناگ کو ڈر تھا — ایک ایسی لہر آئی کہ جس نے جہاز سے ٹکرا کر اُسے دو ٹکڑے کر دیا — ناگ بانس پر سے اُڑ گیا۔

جہاز کے دونوں ٹکڑے دیکھتے دیکھتے طوفانی لہروں میں ڈوب گئے۔

اب وہاں سوائے جھاگ اڑاتی طوفانی موجوں کے اور کچھ نہیں تھا۔ ناگ کو افسوس ہوا کہ ایسا آرام دہ جہاز طوفان کی نذر ہو گیا —

بہر حال وہ کچھ نہ کر سکتا تھا اور جہاز بھی تو ڈاکوؤں کا تھا — اس نے ایک نہ ایک دن تو غرق ہونا ہی تھا، کیونکہ ظلم اور ناانصافی سے کمائی ہوئی دولت اور بنائی ہوئی جائیداد ایک نہ ایک دن ضرور تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

ناگ نے اندازے کے مطابق زنگون کی طرف اڑنا شروع کر دیا۔

اُس نے ایک کام یہ کیا کہ فضا میں بہت بلندی پر چلا گیا — یہاں سے اس نے جنوب کی طرف دیکھا تو دُور اُسے زمین کی سیاہ لکیر دکھائی دی —

اتنی بلندی پر آنے کا یہی فائدہ ہوا تھا کہ ناگ کو زمین نظر آگئی تھی — یہ وہ دن تھا جس کی شام کو عنبر کا سیٹھ زنگون کی بندرگاہ پر پہنچا تھا۔

ناگ زمین کی سیاہ لکیر کی طرف اڑنے لگا — آہستہ آہستہ سیاہ لکیر درختوں کے جھنڈوں میں تبدیل ہونے لگی۔ پھر ساحل آ گیا، زمین آگئی —

سمندر ایک دریا میں سمٹ آیا تھا۔ اس دریا کو دیکھ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹنگ کو یقین ہو گیا کہ یہ دریائے ایراوتی ہے اور ملک برما ہے، جس کے مشہور شہر رنگون اسے پہنچنا تھا تاکہ وہاں عنبر سے مل سکے۔

آسیبی بگھی

ٹنگ اڑتے اڑتے ایک شہر کے اوپر پہنچ گیا۔

اس نے نیچے دیکھا — دریا کے کنارے ایک گنجان شہر آباد تھا — بندرگاہ میں جہاز کھڑے تھے — ان میں کچھ بادبانوں والے تھے اور کچھ دھواں چھوڑنے والے۔

ٹنگ پہلی بار رنگون کو دیکھ رہا تھا — اسے یقین تھا کہ یہی رنگون شہر ہے — وہ اڑتے اڑتے نیچے شہر کے اوپر آ گیا — پھر وہ شہر سے باہر ایک باغ میں اتر گیا جہاں جھیلوں میں کنول کے سفید سفید پھول کھلے ہوتے تھے۔

ٹنگ نے درختوں کے اوپر گول دائرے میں ایک چکر لگایا، اور پھر ایک جھیل کے کنارے اگی ہوئی گھاس پر اتر آیا — وہ کبوتر سے انسان بننے والا تھا — اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اسے کبوتر سے انسان بنتے دیکھے۔

باغ ویران ویران تھا — آج سے سو برس پہلے آبادی اتنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زیادہ کہاں ہوا کرتی تھی — فاصلے فاصلے پر انسان دکھائی دیتے تھے۔ آج کل کی طرح نہیں کہ ایک دوسرے کے اوپر چڑھے ہوئے ہیں۔

ناگ ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصے میں کبوتر سے انسان بن گیا۔ بس اس نے اپنے دل میں انسان کا خیال ہی کرنا ہوتا ہے کہ اپنی انسانی شکل میں آجاتا ہے — انسان کی شکل میں آنے کے بعد ناگ شہر کی طرف چل دیا۔

وہ عنبر کا سراغ لگانا چاہتا تھا کہ وہ رنگون پہنچا ہے کہ نہیں۔ اس کے لیے بہترین ذریعہ یہی تھا کہ وہ بندرگاہ کے قریب کی سراؤں میں پتا لگائے —

ناگ بندرگاہ کے آس پاس کی سراؤں میں عنبر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا — مصیبت یہ تھی کہ عنبر جس سرائے میں ٹھہرا تھا، اس کا مالک اسی روز رنگون سے دو سو میل دُور بھاگو چلا گیا تھا — ناگ کو کسی بھی سرائے میں سے عنبر کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا — وہ سوچنے لگا کہ عنبر کو کہاں تلاش کیا جائے ؟ پھر اسے خیال آیا کہ عنبر کو جلا وطن بادشاہ کے پاس شاہی ہار دینے جانا تھا — وہ ضرور ادھر ہی گیا ہوگا۔

اب یہ معلوم کرنا باقی تھا کہ جلا وطن بادشاہ کس علاقے میں قید ہے — وہاں انگریزوں کے ڈر کے مارے کوئی زبان سے ایک لفظ نہیں نکالتا تھا — سارا دن ناگ شہر کے مختلف

علاقوں میں گھومتا پھرا — کسی نے اسے کچھ نہ بتایا — آخر تنگ آ کر وہ شہر کے تجارتی علاقے کی ایک مسجد میں آگیا — اس کا خیال تھا کہ شاید یہاں کا کوئی مسلمان اُس کی رہنمائی کر سکے — کیونکہ مسلمانوں کو یقیناً جلا وطن بادشاہ سے ہمدردی ہوگی اور انہیں معلوم ہوگا کہ وہ کہاں پر قید ہے —

یہ مسجد شہر کے گنجان آباد علاقے میں تھی — مسلمان مغرب کی نماز پڑھ کر باہر نکل رہے تھے — جب مسجد نمازیوں سے خالی ہوگئی تو ناگ نے مولوی صاحب کو جا کر سلام کیا — اور کہا:

"میں پردیسی ہوں اور دہلی کے غدر سے جان بچا کر آیا ہوں۔ کیا میں یہاں رات بسر کر سکتا ہوں ؟"

مولوی صاحب نے کہا :

"ایک رات کے لیے تم میرے حجرے میں رہ لو — میں مسجد میں سو جاؤں گا —"

"شکریہ —"

ناگ کو مولوی صاحب اپنے چھوٹے سے حجرے میں لے گئے۔ اندر چراغ جلا دیا — ناگ کو مولوی صاحب نے چاول اور مچھلی کھانے کو دی —

مولوی صاحب ہندوستان کے شہر لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ اور کئی سال پہلے رنگون میں آکر آباد ہو گئے تھے — کھانے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بعد ناگ نے جان بوجھ کر مولوی صاحب سے غدر کی باتیں شروع کر دیں — پھر ہوتے ہوتے بات جلا وطن بادشاہ بہادر شاہ ظفر تک آ گئی۔

ناگ نے کہا:

"انگریزوں نے شہزادوں کو قتل کر ڈالا — بادشاہ کو یہاں رنگون میں جلا وطن کر دیا — مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ بڑا ظلم ہوا۔"

مولوی صاحب بھی اس پر افسوس کرنے لگے۔

پھر ناگ نے پوچھا:

"یہاں بادشاہ کو انگریزوں نے کس جگہ قید کر رکھا ہے؟ ہم نے تو ہندوستان میں سُنا تھا کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے۔"

"نہیں، ایسا نہیں ہے۔"

"تو پھر وہ کس مقام پر قید ہے؟"

مولوی صاحب نے اُٹھ کر حجرے کے باہر جھانک کر دیکھا۔ پھر ناگ کے پاس آ کر بولے:

"دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں بھائی — سُنو، جلا وطن بادشاہ کو انگریزوں نے چالدہ نامی پہاڑی علاقے میں قید میں ڈال رکھا ہے جو یہاں سے ڈیڑھ سو میل کے دشوار گزار پہاڑی راستے پر ہے۔"

ناگ نے کہا:

"خدا ہمارے بادشاہ کو یہ دکھ درد سہنے کی ہمت عطا فرمائے۔"

"آمین! اچھا بھائی اب تم آرام کرو — صبح تمہارا ناشتا لے کر آؤں گا۔"

مولوی صاحب جا کر مسجد میں سو گئے۔ ناگ نے حجرے کا دروازہ بند کر لیا اور سوچنے لگا کہ وہ ابھی وہاں سے چلا جائے۔ یا صبح سفر شروع کرے؟ اس طرح مولوی صاحب کو بتائے بغیر چلے جانا کچھ اخلاقی طور پر ٹھیک نہیں لگتا تھا — مولوی صاحب کیا کہیں گے کہ اچھا مہمان تھا، چوروں کی طرح بھاگ گیا۔ اس لیے صبح ناشتے کے بعد چلیں گے —

یہ فیصلہ کر کے ناگ بانس کے تختے پر بچھی ہوئی صف پر لیٹ گیا — نیند اس کی آنکھوں سے بالکل غائب تھی۔ وہ دن نکلنے کا انتظار کر رہا تھا کہ کب سورج نکلے اور وہ مولوی صاحب سے اجازت لے کر عنبر کی تلاش میں روانہ ہو۔

اس رات رنگون میں بادل چھائے ہوئے تھے — آدھی رات کو بارش شروع ہو گئی — ناگ جاگ رہا تھا۔ حجرے میں بادلوں کے گرجنے اور بارش کے برسنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی —

اچانک مسجد میں سے مولوی صاحب کی چیخ کی آواز آئی —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ پریشان ہو کر مسجد کی طرف چلا گیا — جا کر دیکھا کہ مسجد کے برآمدے میں مولوی صاحب بانس کی چارپائی پر بیٹھے درد سے تڑپ رہے ہیں — ناگ نے انہیں سنبھالا اور پوچھا —

"کیا ہوا مولوی صاحب ؟"

"سانپ — سانپ نے ڈس لیا ہے"

مولوی صاحب نے ایک طرف اشارہ کیا — ادھر کچھ بھی نہیں تھا — سانپ مولوی صاحب کو ڈسنے کے بعد صحن کے آگے پیچھے کے درختوں کے جھنڈ میں غائب ہو چکا تھا — ناگ نے دیکھا کہ مولوی صاحب کی پنڈلی پر سانپ نے کاٹا تھا — وہاں خون کا قطرہ جم گیا تھا — ناگ نے چراغ کی روشنی میں دیکھ کر خون کا رنگ کالا پڑ گیا تھا — جس کا مطلب یہ تھا کہ سانپ بے حد زہریلا تھا — اور زہر کو سارے جسم میں پھیلنے سے پہلے سانپ کو واپس بلانا ضروری تھا — مولوی صاحب پر غشی طاری ہو رہی تھی — زہر اپنا کام تیزی سے کر رہا تھا۔

ناگ نے جدھر سانپ گیا تھا ادھر منہ کر کے ایک چیخ سی پھونک ماری اور سانپوں کی زبان میں ایک لفظ منہ سے نکالا جو لمبی سیٹی کی شکل میں تھا —

مولوی صاحب نیم بے ہوش تھے۔ وہ بار بار سر مار رہے تھے اور کراہ رہے تھے —

"خدا حافظ — خدا حافظ دوست — سانپ نے اژدہا — اژدہا نے"

ناگ کیلوں کے جھنڈ کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سفید اور زرد رنگ کا ایک لمبا سانپ نمودار ہوا — ناگ نے دیکھا کہ وہ اس علاقے کا سب سے زہریلا سانپ تھا اور ایک طرح سے سانپوں کا بادشاہ تھا — سفید سانپ مسجد کے صحن میں رینگتا ہوا ناگ کے سامنے آیا۔ عظیم ناگ کو انسانی شکل میں دیکھا تو اس کا رنگ فق ہو گیا تھا —

ناگ نے مولوی صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا :

"زہر واپس لو۔"

سفید سانپ کنڈلی مارے بڑے ادب سے بیٹھا تھا۔ اس نے سر جھکا کر کہا :

"جو حکم عظیم ناگ۔"

وہ رینگتا ہوا مولوی صاحب کی چارپائی پر چڑھ گیا — اس وقت تک مولوی صاحب پورے بے ہوش ہو چکے تھے — ان کا بدن ساکت ہو گیا ہوا تھا — سانپ نے ڈسے ہوئے زخم کے ساتھ اپنا منہ لگا کر زہر کھینچنا شروع کر دیا —

ایک منٹ کے اندر اندر سانپ نے مولوی صاحب کے جسم میں سے سارا زہر واپس لے لیا — پھر ناگ کے قدموں میں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آکر اُس نے اپنا سر رکھ دیا۔

ناگ نے کہا :

"یہ میرا حکم ہے۔ آیندہ کبھی مسجد میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ یہ خدا کا گھر ہے۔ یہ امن اور سلامتی کی جگہ ہے۔ اگر تم نے پھر کبھی ادھر آنے کی جرأت کی تو میں جہاں کہیں بھی ہوا، تمہیں جلا کر بھسم کر دوں گا۔"

سانپ گڑگڑایا :

"ایسا ہرگز نہیں ہوگا عظیم دیوتا۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ مجھے معاف کر دیں۔"

"جاؤ، میرے سامنے سے دفع ہو جاؤ۔"

سفید سانپ نے اپنا سر ادب سے ناگ کے پاؤں پر رکھا اور واپس کیلوں کے جھنڈ میں غائب ہو گیا۔

اب مولوی صاحب ہوش میں آ چکے تھے۔ ان کی حالت بہتر ہو گئی تھی۔ ناگ کو دیکھ کر بولے :

"میں اچھا ہو گیا ہوں۔ تم نے تو کمال کر دیا بھائی۔"

ناگ نے کہا :

"میرے پاس اتفاق سے ایک مرہم رکھا تھا، بس اُسے آپ کے زخم پر لگایا اور آپ کو آرام آ گیا۔

"میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں بھائی۔"

"شکریے کی ضرورت نہیں۔ اب آپ آرام کریں۔"

مولوی صاحب نے کچھ دیر بعد کہا :

"لیکن۔ لیکن مجھے ابھی ابھی ایسے لگا تھا جیسے کسی سانپ نے میری پنڈلی کے ساتھ اپنا منہ لگایا ہوا ہے۔ کیا یہ درست ہے بھائی ؟"

ناگ نے سر ہلا کر کہا :

"بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ نہیں یہ آپ کا وہم ہے۔ سانپ اب ادھر کبھی نہیں آئے گا۔ آپ سو جائیں۔"

ناگ واپس اپنے حجرے میں آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد صبح ہو گئی۔ بارش تھم چکی تھی۔ ناگ نے اُٹھ کر منہ ہاتھ دھویا۔ مولوی صاحب بھی آ گئے۔ بالکل صحت مند ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایک بار پھر ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ دونوں نے ساتھ بیٹھ کر ناشتا کیا۔ مولوی صاحب نے کہا :

"بھائی، اگر تم مجھے وہ مرہم دے دو تو کسی دوسرے کے کام آ سکے گی۔ کیونکہ برسات میں یہاں سانپ بہت ہوتے ہیں۔"

ناگ کے پاس مرہم کہاں تھی بھلا ؟ کہنے لگا :

"وہ تو بس تھوڑی سی رہ گئی تھی جو ختم ہو گئی۔ پھر کبھی ادھر آیا تو آپ کے لیے لیتا آؤں گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناشتے سے فارغ ہو کر ناگ نے مولوی صاحب سے اجازت لی اور مسجد سے نکل کر شہر کے بازاروں میں آگیا۔ مولوی صاحب سے اُس نے باتوں ہی باتوں میں سب کچھ پوچھ لیا تھا کہ چاندہ پہاڑی علاقے میں جانے کے لیے اُسے شہر کے کس کونے سے سفر شروع کرنا ہوگا۔

ناگ رنگون شہر کے جنوبی علاقے میں آگیا۔ جہاں بڑے کشادہ قدرتی باغ اور جھیلیں تھیں۔ ان جھیلوں میں کنول کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ اس زمانے میں نہ بجلی تھی نہ ریل گاڑی۔ لوگ گھوڑوں اور بیل گاڑیوں پر سفر کرتے تھے۔ ناگ کو کسی بیل گاڑی کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ تو اُڑ کر اپنی منزل پر پہنچ سکتا تھا۔ ابھی وہ کبوتر بن کر اڑنے کی تیاریاں ہی کر رہا تھا کہ پیچھے سے اُسے ایک بند بگھی آتی نظر آئی۔

ناگ کچی سڑک پر سے ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا کہ یہ بگھی گزر جائے تو وہ اڑنا شروع کرے۔ بگھی کے آگے سیاہ رنگ کے دو طاقتور گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ اوپر والی سیٹ پر ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کے کندھوں پر کالا کپڑا تھا جو ہوا اُڑ رہا تھا۔ سر پر کالا رومال بندھا تھا۔ یہ بڑا پُراسرار شکل و صورت کا آدمی تھا۔ بگھی کی کھڑکیاں بند تھیں اور پردے گرے ہوئے تھے۔ بگھی بڑی تیزی سے اُس کے سامنے سے گزر گئی۔

ناگ کے دل میں یونہی خیال آیا کہ یہ کس قسم کی عجیب سی بگھی ہے کہ چاروں طرف سے بند ہے اور کوچوان بھی ڈراؤنا سا لگ رہا ہے۔ ناگ نے سوچا کہ بگھی بھی اسی طرف جا رہی ہے جس طرف اُسے جانا ہے تو کیوں نہ اس کا پیچھا کیا جائے۔

ناگ ایک جھاڑی کی اوٹ میں آگیا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے ایک گہرا سانس لیا اور کبوتر بن گیا اور پھڑ پھڑ کر کے جھاڑی میں اُڑاری مار کر درختوں سے اوپر آگیا اور اُس نے اپنی منزل کی طرف اُڑنا شروع کر دیا۔

بگھی اتنی دیر میں کافی دور نکل چکی تھی۔ ناگ بھی اُڑتے اُڑتے بگھی کے اوپر آگیا اور اس کے ساتھ ساتھ اڑنے لگا۔ یہ سڑک پہاڑی جنگل کے درمیان سے ہو کر جاتی تھی۔ اس کے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں۔ جن پر گھنے درخت اور جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔

رات بھر کی بارش کی وجہ سے سڑک پر کیچڑ تھا۔ کئی جگہوں پر پانی جمع تھا۔ بگھی کے گھوڑے تیزی سے پانی اور کیچڑ کے چھینٹے اڑاتے بھاگے جا رہے تھے۔

ناگ نے سوچا کہ اس بگھی میں کون سوار ہے اور یہ کہاں جا رہی ہے؟

بہرحال ناگ نے اپنا سفر جاری رکھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ادھر عنبر بھی بیل گاڑی میں سفر کرتے کرتے جیسے تیسے چالدہ کے پہاڑی علاقے میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے بیل گاڑی والے کو رخصت کر دیا۔ وہ یہاں وطن پارٹ راستہ بھی تھا وہ اکیلا جانا چاہتا تھا۔ اتنا اس نے پتا کر لیا تھا کہ بادشاہ کو انگریزوں نے ایک پہاڑی کے اوپر قلعے میں قید کر رکھا ہے۔ یہ پہاڑی وہاں سے دور تھی اور وہاں بیل گاڑی نہیں جا سکتی تھی۔ چنانچہ عنبر نے پیدل ہی سفر شروع کر دیا تھا۔

رات ابھی ابھی چھائی تھی اور جنگل اور پہاڑیوں پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ عنبر پہاڑی راستے سے اوپر چڑھنے لگا۔ جھاڑیاں کافی اونچی اونچی تھیں۔ بارش کی وجہ سے زمین گیلی تھی۔ اسی پہاڑی کی چوٹی پر وہ مکان تھا جہاں بادشاہ قید تھا۔ عنبر اوپر چڑھتا چلا جا رہا تھا کہ اسے اچانک کسی نے پیچھے سے جکڑ لیا۔ ساتھ ہی رسے کا پھندا اس کی گردن میں ڈال کر کسی نے بل دینے شروع کر دیے۔

یہ وہ ڈاکو تھے جو پہاڑی کے نیچے سے اس کے پیچھے لگ گئے تھے۔ انہیں بیل گاڑی والوں نے بتایا تھا کہ ایک نوجوان کوئی بڑی قیمتی شے لے کر قیدی بادشاہ کے پاس جا رہا ہے۔

عنبر نے چیخ کر گردن چھڑانے کی ناکام کوشش کی۔ گردن پیچھے گھما کر دیکھا۔ بجلی کی چمک چمک روشنی میں اسے دو ڈاکو دکھائی دیے۔ ایک اس کی گردن پر جھکا ہوا تھا اور دوسرا گھوڑا نکالے پاس کھڑا اپنے ساتھی کو بری زبان میں کہہ رہا تھا:

"مارتے کیوں نہیں، اور بل دو۔ اس کی گردن کاٹ دو۔"

اس کے ساتھی نے کہا:

"تلوار گردن میں نہیں جا رہی۔ میرا ہاتھ شل ہو گیا ہے۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"تم لوگوں کو تمہاری موت میرے پاس لے آئی ہے۔"

دوسرے ڈاکو نے اپنے ساتھی سے کہا:

"دیکھ کیا رہے ہو، تلوار سے اس کا کام تمام کر دو۔"

دوسرے ڈاکو نے تلوار نکالی اور پوری طاقت سے عنبر کے سر پر دے ماری۔ پہلا ڈاکو گردن چھوڑ کر پرے ہٹ گیا تھا۔ تلوار عنبر کے سر پر لگی۔ کھٹاک کی آواز آئی جیسے تلوار کسی پتھر سے ٹکرائی ہو۔ ڈاکو نے دوسری بار تلوار ماری تو تلوار ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔ وہ پریشان ہو گیا۔ لیکن ابھی اسے اور زیادہ پریشان ہونا تھا۔ عنبر نے جیب سے ریوالور نکال لیا اور بری زبان میں کہا:

"میرا خیال ہے تم وہ قیمتی ہار لوٹنے آئے تھے جو اس وقت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میری جیب میں ہے — یہی ہے نا وہ ہار —"

عنبر نے دوسرے ہاتھ سے ہار باہر نکال لیا — اس کی موتیوں اور ہیرے کی چمک سے ڈاکوؤں کی آنکھیں چندھیا گئیں — ایک ڈاکو نے خنجر نکالا اور اچھل کر عنبر کے اوپر گرا — عنبر اپنی جگہ پر اسی طرح چٹان کی طرح کھڑا رہا — ڈاکو عنبر سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا۔ عنبر نے ریوالور سے اس پر گولی چلا دی۔ ڈاکو وہیں مر گیا۔ دوسرا ڈاکو بھاگنے لگا تو عنبر نے ریوالور کی گولی چلانے کی بجائے لپک کر اُسے گردن سے دبوچ لیا اور کہا :

"میں اپنی ایک اور گولی ضائع نہیں کرنا چاہتا — تم نے جانے کتنے مسافروں کو لوٹ کر ہلاک کر چکے ہو — اب تمہاری اپنی باری آگئی ہے۔ کیا خیال ہے ؟"

ڈاکو گھبرایا ہوا تھا — اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کا مقابلہ کسی انسان سے نہیں بلکہ کسی جن بھوت سے ہو گیا ہے — اس نے گڑگڑا کر کہا :

"مجھے چھوڑ دو — میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا"

عنبر نے مسکرا کر کہا :

"تم مجھے کیا کہہ سکتے ہو احمق — اپنی خیر مناؤ"

اور اس کے ساتھ ہی عنبر نے ڈاکو کی گردن دبانا شروع کر دی۔ عنبر کا ہاتھ فولادی شکنجے کی طرح ڈاکو کی گردن کے گرد کستا جا رہا تھا۔ ڈاکو کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں اور وہ اسی وقت بے جان ہو کر نیچے گر پڑا — عنبر نے ہار اپنی جیب میں رکھا — دونوں لاشوں کو اسی جگہ پڑا رہنے دیا اور خود اوپر بادشاہ کے مکان کی طرف چڑھائی چڑھنا شروع کر دی۔

مکان کی ڈھلانی سرخ چھت اب اُسے دکھائی دے رہی تھی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مُردہ بول اُٹھا

جلا وطن بادشاہ کوٹھڑی میں قیدی بنا ایک پرانی چارپائی پر لیٹا تھا۔

اس کی جواں سال ملکہ زینت محل ساتھ والی چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی — ان کے چہروں پر اُداسی اور مایوسی تھی — کہاں تخت و تاج اور شاہی محل کی رنگینیاں اور کہاں پہاڑی کے اوپر بے کسی کی قید —

دونوں خاموش تھے — بادشاہ بے حد کمزور اور بوڑھا ہو گیا تھا — زینت محل کا چہرہ بھی ویران ویران تھا اور رنگت زرد ہو گئی تھی — یہاں انہیں کھانے کو سوائے چاول اور گندی سبزیوں کے شوربے کے اور کچھ نہ ملتا تھا۔

یہ ایک پُرانی فوجی بارک تھی جس کے ایک کمرے میں بادشاہ اور اُس کی ملکہ قید تھی — دروازے اور کھڑکی پر لوہے کی سلاخوں والے جنگلے چڑھا دیے گئے تھے اور ساتھ ہی چھوٹی سی کوٹھڑی میں دو انگریز فوجی پہرے دار رہتے تھے — ان میں سے ہر باری باری قیدی بادشاہ کی کوٹھڑی کے باہر پہرہ دیتا تھا۔ اس وقت دونوں انگریز فوجی اپنی بارک میں کھڑکی کے پاس بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے اور اپنی قسمت کو کوس رہے تھے کہ انہیں کس قدر تکلیف دینے والی ڈیوٹی مل گئی ہے — خدا جانے وہاں سے انہیں کب چھٹکارا نصیب ہو۔

ایک انگریز پہرے دار نے کہا :

"میں تو کہتا ہوں، ہم ان دونوں کو گولی مار دیتے ہیں۔ کہہ دیں گے، ڈاکو رات کو آئے تھے اور بادشاہ کو گولی مار گئے —"

دوسرے انگریز نے کہا :

"نہیں، ہم ایسا نہیں کر سکتے — عدالت میں تحقیقات ہوئیں تو بھید کھل جائے گا اور ہمیں قید ہو جائے گی"

اچانک پہلے والے انگریز نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا :

"یہ کون چلا آ رہا ہے ؟"

دوسرے انگریز نے بھی کھڑکی میں سے نیچے ڈھلان کی طرف دیکھا — وہاں عنبر آہستہ آہستہ جھاڑیوں کا سہارا لے کر چڑھائی چڑھ کر اوپر چلا آ رہا تھا۔

"دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے — اس آدمی کی شکل بری نہیں — ہندوستانیوں ایسی ہے — ضرور یہ دلی سے کوئی خاص پیغام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لے کر بادشاہ کے پاس آیا ہے۔"

دوسرا بولا :

"ہو سکتا ہے یہ بادشاہ کو قید سے چھڑانے آیا ہو۔ اگر یہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا تو ہمیں پھانسی مل جائے گی۔ اسے ختم کر دیتے ہیں۔"

"ذرا ٹھہرو، اسے اوپر تو آ لینے دو — ہم چھپ جاتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، بادشاہ کی کوٹھڑی کے پیچھے آ جاؤ۔"

دونوں انگریز فوجی بادشاہ کی کوٹھڑی کے پیچھے آ کر چھپ گئے۔ یہاں وہ بانس کی دیوار کی درز میں سے اندر کا سارا منظر دیکھ سکتے تھے۔ یہ جگہ انہوں نے خاص طور پر کبھی کبھی بادشاہ کی نقل و حرکت دیکھنے کے لیے بنائی ہوئی تھی۔

عنبر بادشاہ کی کوٹھڑی کے پاس آ کر رک گیا — اس نے کھڑکی کی سلاخوں میں سے جھانک کر دیکھا — بادشاہ اور اس کی ملکہ اداس اپنی چارپائیوں پر نیم دراز تھے۔

عنبر نے دیکھا کہ وہاں پہرے دار بھی کوئی نہیں تھا پھر اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا آہستہ آہستہ — وہ کوٹھڑی کے دروازے کے پاس آ گیا — لوہے کی سلاخوں والے دروازے پر بڑا سا تالہ لگا تھا — اُس نے وہیں سے جھک کر بادشاہ اور ملکہ کو آداب کیا اور آہستہ سے کہا :

"بادشاہ سلامت، میں آپ کی ایک امانت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔"

بادشاہ نے بڑی خاموشی اور وقار سے عنبر کی طرف دیکھا۔ ملکہ نے عنبر کو پہچان لیا تھا کہ یہ وہی نوجوان ہے جو ایک بار اُن کے دربار میں حاضر ہوا تھا اور اس نے بادشاہ کو خبردار کیا تھا کہ وہ محل چھوڑ کر ہمایوں کے مقبرے نہ جائیں — بادشاہ نے بھی اب عنبر کو پہچان لیا — وہ چارپائی سے اُٹھ کر سلاخوں کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا —

"تمہیں کسی پہرے دار نے نہیں دیکھا؟"

عنبر نے کہا :

"یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

ملکہ نے کہا :

"میرا خیال ہے، وہ کوٹھڑی میں بیٹھے ناشتا کر رہے ہوں گے — تم وہی نوجوان ہو نا، جو ہمارے دربار....."

"ہاں ملکہ عالیہ، میں وہی عنبر ہوں۔"

بادشاہ نے کہا :

"تمہاری پیش گوئی درست نکلی — ہمیں انگریزوں نے رنگون میں جلا وطن کر دیا — یہاں بے کسی کے عالم میں پڑے ہیں — کوئی پوچھنے والا نہیں — بس اب تو موت کا انتظار کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا ہوں — کاش میرے ساتھ ملکہ زینت کو یہ دُکھ نہ سہنے پڑتے۔"

ملکہ عالیہ نے بادشاہ کا ہاتھ تھام کر کہا :

"بادشاہ سلامت، قسمت میں جو لکھا ہو وہ ہو کر رہتا ہے مجھے کم از کم یہ تو تسلی ہے کہ آپ میرے پاس ہیں — میرے ساتھ ہیں۔"

بادشاہ نے عنبر کی طرف اداس اور آنسوؤں بھری آنکھیں اُٹھا کر کہا :

"تم کس امانت کا ذکر کر رہے تھے عنبر ؟"

عنبر نے جیب سے قیمتی اور شاہی ہار نکال کر بادشاہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا :

"یہ لیجیے اپنی نشانی —"

بادشاہ کی آنکھیں حیرت اور خوشی سے کھِل گئیں —

"میرے پڑدادوں کی نشانی تو لکھا ہار — یہ تو میں نے — عادل کہاں ہے ؟"

عنبر نے شروع سے آخر تک ساری کہانی اور عادل کی موت کی خبر سُنائی — بادشاہ اور ملکہ نے بڑا افسوس کیا کہ عادل چچا اپنا فرض ادا کرتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ بادشاہ نے عنبر سے کہا :

"میں تمہاری دیانت داری اور فرض شناسی سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ اب تم میرا ایک اور کام کر دو۔"

"آپ حکم کیجیے۔" عنبر نے ادب سے کہا۔

بادشاہ کہنے لگا :

"میں نے اپنی ایک چہیتی پڑپوتی کو غدر کے دنوں میں شہر لاہور بھجوا دیا تھا — میرے شاہی خاندان کی ایک نشانی باقی رہ گئی ہے۔ یہ ہار تم اُسے جا کر دے دو۔ میں تو اب موت کا انتظار کر رہا ہوں — میرے بعد یہ قیمتی ہار انگریزوں کے قبضے میں آ جائے گا جو میں نہیں چاہتا — کیا تم میرا یہ کام کر دو گے بیٹا ؟"

عنبر نے کہا :

"میں یہ فرض ہر حالت میں ادا کروں گا — مجھے فرما دیجیے کہ میں آپ کی پڑپوتی صاحبہ کو لاہور شہر میں کہاں تلاش کروں ؟"

بادشاہ نے کہا :

"اس کا نام زیب النساء بیگم ہے۔ اُس کی عمر اٹھارہ اُنیس سال ہوگی — رنگ گورا ہے — آنکھیں نیلی مغل بادشاہوں ایسی ہیں — وہ تمہیں لاہور شہر سے دُور مقبرہ جہانگیر کے پیچھے غریب ماہی گیروں کی بستی میں ملے گی — رحمان بابا میرا خاص نوکر اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی دیکھ بھال کو اُس کے ساتھ ہے — تم انہیں تلاش کر کے یہ ہار دے دینا —"

ملکہ زینت محل نے اپنی ایک انگوٹھی اتار کر عنبر کو دیتے ہوئے کہا :

"یہ انگوٹھی رحمان بابا کو دکھاؤ گے تو وہ سمجھ جائے گا کہ تمہیں ہم نے بھیجا ہے — یہ انگوٹھی تم میری پیاری چھوٹی شہزادی زیب النسا بیگم کو دے دینا —"

عنبر نے انگوٹھی اور نو لکھا ہار اپنی قمیص کی اندرونی جیب میں رکھ لیا اور بادشاہ سے کہا :

"میں آپ کی اور کیا خدمت کر سکتا ہوں ؟"

بادشاہ نے آہ بھر کر کہا :

"بس خدا سے دعا کرو کہ ہمارا انجام بخیر ہو — سوائے موت کے اب ہمیں کسی شے کی خواہش نہیں ہے —"

"خدا آپ کی حفاظت کرے"

اتنا کہہ کر عنبر نے جھک کر ملکہ زینت محل اور بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو سلام کیا اور کوٹھڑی کے دروازے سے ہٹ کر پیچھے آ گیا — وہ اب واپس جا رہا تھا — اس پر ایک اور بھاری ذمے داری آن پڑی تھی — اسے ناگ کا خیال بھی آیا — کہ وہ ضرور رنگون اس کی تلاش میں پہنچ گیا ہوگا — عنبر نے

سوچا کہ وہ رنگون واپس جا کر سب سے پہلے اپنے دوست اور بھائی ناگ کو ڈھونڈے گا اور پھر دونوں لاہور کی سمت روانہ ہو جائیں گے —

عنبر پہاڑی بارک کے عقب سے ہو کر نیچے ڈھلان اترنے لگا —

اس دوران میں دونوں انگریز پہرے داروں نے بادشاہ اور عنبر کی ساری باتیں سُن لی تھی —

ایک انگریز پہرے دار نے کہا :

"اس شخص کو ہلاک کر کے ہم ہار اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں — بڑا قیمتی ہار ہے — ہم اسے بیچ کر آدھی آدھی دولت تقسیم کر لیں گے —"

دوسرا انگریز بولا :

"اس سے اچھا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا — شاہی ہار ہم لندن جا کر بیچ دیں گے — کروڑوں پونڈ ملیں گے —"

"ہم راتوں رات دولت مند بن جائیں گے —"

"میں لندن میں ایک نئی بلڈنگ بنواؤں گا"

"میں اپنے گاؤں کی ساری زمین خرید لوں گا"

"کم بخت اسے تو پکڑو، جس کے پاس ہماری ساری دولت ہے —"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دونوں سنگین والی لمبی پرانی بندوقیں لیے عنبر کے پیچھے بھاگے۔
عنبر اس عرصے میں کافی نیچے جا چکا تھا۔ کیونکہ پہاڑی کی ڈھلان پر انسان زیادہ تیزی سے جاتا ہے۔ دونوں انگریز تیزی سے عنبر کے سراغ میں پہاڑی کی اترائی اُتر رہے تھے۔ عنبر کافی آگے نکل چکا تھا۔

عنبر اپنی دھن میں جھاڑیوں کو ہٹاتا لمبی لمبی گھاس میں سے گزرتا جا رہا تھا۔ اس پہاڑی علاقے میں کسی زمانے میں انگریزوں نے اپنی بارک میں رہنے والے فوجیوں کے لیے ایک کنواں کھودا تھا جو بعد میں خشک ہو گیا۔ اس کا منہ چھوٹا تھا۔ چونکہ اُسے کبھی کسی نے اب استعمال نہیں کیا تھا، اس لیے اس پر آہستہ آہستہ جنگلی بیلیں چڑھ گئیں اور جھاڑیوں اور گھاس نے اسے ڈھانپ دیا تھا۔

عنبر کو ان راستوں کا کچھ پتا نہیں تھا۔ وہ ناگ اور شہزادی زیب النساء کے بارے میں سوچتا چلا جا رہا تھا، کہ اچانک اس کا پاؤں کنوئیں کے اُوپر پھیلی ہوئی جھاڑیوں پر پڑ گیا۔ وہ دھڑام سے پھسل کر کنوئیں کے اندر جا گرا۔ ایک دم سے اُٹھا۔ اوپر دیکھا کہ یہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ کنوئیں کا منہ اوپر سے کھُل گیا تھا اور دن کی روشنی نظر آ رہی تھی۔ عنبر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ کم بخت یہ ایک

نئی مصیبت آن کھڑی ہوئی تھی۔ آگے بڑی مشکل سے ایک باب کے جنگل کے گڑھے سے نکلا تھا۔ اب اس کنوئیں سے کیوں کر چھٹکارا ملے گا۔ یہاں تو آس پاس کوئی انسان بھی نہیں ہے۔

اُدھر دونوں انگریز تعاقب کرتے کرتے جب کنوئیں کے پاس آئے تو انہیں کنوئیں میں سے کسی انسان کی آواز سنائی دی۔

عنبر نے اوپر انسانی قدموں کی چاپ سُن کر نیچے سے مدد کے لیے آواز دے دی تھی۔ انگریز فوجی چونک کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا تو ان کا شکار کنوئیں کی تہہ میں کھڑا مدد کے لیے پکار رہا تھا۔

دونوں انگریزوں نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا۔

"شکار اپنے آپ پھنس گیا۔"

"میرا خیال ہے، اوپر سے گولیاں برسا کر اسے کنوئیں کے اندر ہی ہلاک کر دیتے ہیں۔"

"تو اور کیا کرنا ہے ہمیں۔ اسے ہلاک کر کے ہم رسی کی مدد سے نیچے اتریں گے اور نولکھا ہار ہمارے قبضے میں آ جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی دونوں انگریزوں نے اپنی بندوقوں کا منہ کنوئیں کے اندر کر دیا اور دھڑا دھڑ دو فائر کر دیے۔ نگے کی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گول گول گولیاں بڑی تیزی سے عنبر کے سر اور کندھوں پر آ کر لگیں — یہ اس قدر تیز رفتار تھیں کہ کوئی دوسرا انسان ہوتا تو اس کی کھوپڑی پھاڑ کر بھیجے میں جا گھستیں — مگر عنبر کے سر اور شانوں سے ٹکرا کر نیچے گر پڑیں —

اوپر انگریز فوجیوں نے اپنی بندوقوں میں پھر سے سکے کی گولیاں اور بارود بھرا — اور دوبارہ فائر کر دیے — ایک بار پھر گولیاں عنبر کے سر سے ٹکرا کر نیچے گر پڑیں —

عنبر بڑا پریشان ہوا کہ اس نے تو مدد کے لیے پکارا تھا۔ یہ کون لوگ ہیں جو اسے ہلاک کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس نے آواز دی :

" میں شریف انسان ہوں — مسافر ہوں — کنوئیں میں گرا پڑا ہوں — مجھے باہر نکالو — میں تمہارا دشمن نہیں ہوں "

اب انگریز فوجیوں کے حیران ہونے کی باری تھی۔ انھوں نے چار فائر جھونکے تھے اور جو بالکل ٹھیک نشانے پر جا کر لگے تھے — پھر کیا بات ہے کہ یہ انسان ابھی تک زندہ سلامت ہے —

" ایک اور فائر مارو "

انھوں نے تیسری بار ایک ایک فائر کیا — مگر عنبر اسی طرح آوازیں دے رہا تھا — اچانک عنبر کو خیال آیا کہ کہیں یہ

بادک کے پہرے دار انگریز نہ ہوں اور انھوں نے بادشاہ کے ساتھ اس کی گفتگو سن لی ہو اور اب شاہی ہار کے لیے اُسے قتل کرنے آئے ہوں — کیونکہ جس قسم کی بندوقیں وہ کنوئیں کے اوپر سے چلا رہے تھے، وہ صرف انگریز فوجیوں کے پاس ہی ہوتی تھیں — عنبر نے اسی وقت ایک چال سوچ لی اور کنوئیں میں یوں گر پڑا جیسے مر گیا ہو۔

جب کنوئیں میں خاموشی ہو گئی تو انگریز فوجی بڑے خوش ہوئے —

" مر گیا ہے کم بخت — اب میں نیچے اترتا ہوں "

وہ بھاگ کر بادک سے رسّی لائے اور کنوئیں میں لٹکا دی۔ ایک انگریز فوجی اوپر ہی کھڑا رہا — رسّی انھوں نے ایک چٹان کے ساتھ باندھ دی تھی — دوسرا انگریز نیچے اترنے لگا۔ کنواں کافی گہرا تھا —

عنبر اس انگریز کو نیچے اترتے ایک آنکھ کھولے لیٹے لیٹے دیکھ رہا تھا — انگریز رسّی کو دونوں ہاتھوں سے تھامے کنوئیں کی گول دیوار کے ساتھ پاؤں ٹکاتے آہستہ آہستہ نیچے اتر رہا تھا — عنبر اسی طرح اپنے آپ کو بے ہوش ظاہر کرتے ہوئے پڑا رہا —

انگریز کنوئیں کی تہ میں پہنچ گیا۔ اس نے پلٹ کر عنبر کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیکھا — جیمز آنکھیں بند کیے پتھروں پر پڑا تھا، جیسے مر چکا ہو۔ اوپر سے انگریز کے ساتھی نے آواز دی:

"مر گیا ہے کیا؟"

"ہاں، مر گیا ہے بدبخت — نیچے سے انگریز کے ساتھی نے جواب دیا۔

"تو پھر اس کی جیب سے نقشہ نکال کر اوپر آ جاؤ۔ جلدی کرو۔"

کنوئیں میں اترے ہوئے انگریز فوجی نے جھک کر جیمز کی جیب کی تلاشی لینا شروع کر دی — اس نے جیمز کی قمیص کے اندر ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ جیمز نے بڑے آرام سے دونوں ہاتھ اٹھا کر انگریز کی گردن دبوچ لی — انگریز کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں — اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ مردہ کیسے زندہ ہو گیا تھا —

جیمز نے اُسے حلق سے آواز نکالنے کی بھی مہلت نہ دی ایسا گلا دبایا کہ اس کا دم نکال کر ہی چھوڑا — پھر اس کی مردہ لاش کو پرے گرا دیا اور خود اسی طرح بے جان لاش بن کر پڑا رہا۔

جب دیر ہو گئی تو اوپر سے انگریز کے ساتھی نے آوازیں دینا شروع کر دیں:

"ارے کیا ہو گیا! مار لیا گیا؟ دیر کیوں لگا رہے ہو، تم جواب کیوں نہیں دیتے؟"

وہ کم بخت نیچے زندہ ہوتا تو جواب بھی دیتا — وہ تو کبھی کا دنیا سے رخصت ہو چکا تھا — جب کنوئیں میں سے کوئی جواب نہ آیا تو انگریز نے جھک کر غور سے دیکھنے کی کوشش کی — کنوئیں کے اندھیرے میں اس نے اپنے ساتھی کو پڑے ہوئے دیکھا — وہ گھبرا گیا — کہیں یہ مر تو نہیں گیا؟ مگر کیسے؟

شاید نیچے سانپ نکل آیا ہو اور اس نے ڈس دیا ہو۔ اوپر والا انگریز چکر میں پڑ گیا — نیچے اترتے ہوئے ڈر بھی لگتا تھا اور نقشہ لئے بغیر بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا — کافی دیر سوچ بچار کے بعد آخر اس نے کنوئیں میں اترنے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک طرح سے اسے اپنے ساتھی کی موت کی خوشی بھی ہوئی تھی، کیونکہ اب وہ نقشہ اور اتنی بڑی دولت کا اکیلا ہی مالک بن گیا تھا۔ اسے اپنے ساتھی کو دولت کے انبار میں سے آدھا حصہ نہیں دینا پڑے گا۔

انگریز فوجی نے نیچے اترنے سے پہلے بندوق پر سے سنگین اتار کر ہاتھ میں تھام لی — کہ اگر نیچے واقعی سانپ ہوا تو وہ اسے سنگین سے ہلاک کر دے گا — وہ رسی کے سہارے کنوئیں میں اترنے لگا —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر یہی چاہتا تھا — وہ ایک آنکھ کھولے بڑے مزے سے انگریز فوجی کی لاش کے پاس بیٹھا اس کے ساتھی کو موت کے منہ میں اترتے دیکھ رہا تھا —

آہستہ آہستہ کنوئیں کی پتھریلی دیوار کا سہارا لیتا دوسرا انگریز بھی نیچے آ گیا — یہ تسلی کرنے کے لیے کہ نیچے کہیں سانپ تو نہیں ہے۔ اس نے کنوئیں کی تہ سے کچھ اوپر ہی رُک کر نیچے دیکھا — اُسے تہ میں دو لاشیں پڑی نظر آئیں، جن میں سے ایک اُس کے ساتھی کی لاش تھی — سانپ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا — پھر بھی اس انگریز فوجی نے لٹکی ہوئی رسّی کو ہلا جلا کر اپنی پوری تسلی کر لی — اگر سانپ وہاں ہوتا تو رسّی سے ڈر کر ضرور باہر نکل آتا —

عنبر ایک آنکھ ذرا سی کھول کر اس انگریز ڈاکو کی ساری حرکتیں دیکھ رہا تھا — اب وہ نیچے اتر آیا — پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا تھا — دولت مل جانے کی اُسے اس قدر خوشی تھی کہ اُس نے اپنے دوست کی لاش کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ سیدھا عنبر کی طرف آیا — اور اس کی جیبوں کو ٹٹولنا شروع کر دیا —

اب عنبر کو کوئی غم فکر نہیں تھا — کنوئیں میں رسی لٹکی ہوئی تھی جس کی مدد سے وہ کنوئیں سے باہر نکل سکتا تھا۔ اُس نے بڑے آرام سے دونوں آنکھیں کھول کر کہا :

"کیوں مردے کو تنگ کر رہے ہو — مجھے آرام سے سونے دو۔"

عنبر کی آواز سُن کر انگریز فوجی اچھل کر پرے جا گرا۔ اس نے سنگین تان لی اور عنبر کی طرف دیکھا جس نے صرف اپنی آنکھیں کھول رکھی تھیں۔ باقی وہ ایک مردے کی طرح ہی پتھروں پر لیٹا ہوا تھا —

"تم زندہ ہو؟" انگریز فوجی نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

عنبر بولا :

"نہیں یار، کہاں زندہ ہوں — میں تو مرا ہوا ہوں۔ دیکھتے نہیں ہو لاش کی طرح پڑا ہوں۔ یہ تو تم نے میری جیب میں ہاتھ ڈالا تو میں تھوڑی دیر کے لیے زندہ ہو گیا — لو اب پھر مر رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر عنبر نے آنکھیں بند کر لیں — دراصل وہ اس انگریز سے ایسے کھیل رہا تھا جس طرح سے بلّی چوہے کو کھانے سے پہلے اُس سے کھیلتی ہے —

انگریز فوجی پریشان ہو گیا کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ اُس نے جُھک کر عنبر کے سینے پر ہاتھ رکھا — اس کا دل برابر دھڑک رہا تھا — سمجھ گیا کہ یہ شخص مچل مار کر پڑا ہے اور کسی وقت بھی اس پر حملہ کر دے گا — پس اسی لمحے انگریز فوجی نے سنگین والا ہاتھ اوپر اُٹھایا اور پوری طاقت سے عنبر کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سینے پر سنگین کا وار کیا — وار اس قدر شدید اور سخت تھا کہ سنگین ٹوٹ گئی — اور انگریز فوجی کے ہاتھ کی دو انگلیاں سنگین کے پھل سے ٹکرا کر کٹ گئیں — اس نے درد سے کراہتے ہوئے چیخ ماری۔ عنبر نے پھر آنکھیں کھول کر کہا:

"یار مرے ہوئے کو کیوں مار رہے ہو؟"

اب انگریز فوجی گھبرا گیا کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے اور یہ شخص انسان نہیں، کوئی جن بھوت کی نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے سوچا کہ اپنی جان بچانی چاہیے — وہ رسّی کو پکڑ کر اوپر چڑھنے ہی لگا تھا کہ عنبر اُٹھ کر بیٹھ گیا —

"نہیں یار، میں تمہیں اس طرح تو نہیں جانے دوں گا۔ تمہیں اپنے دوست کے ساتھ ہی اس کنوئیں میں آرام کرنا ہوگا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کیا خیال ہے؟"

انگریز فوجی کوئی دو چار ہاتھ اوپر چڑھ چکا تھا۔ عنبر نے نیچے سے رسّی پکڑ کر اُسے زور سے جھٹکا دیا — انگریز چوہے کی طرح رسّی سے الگ ہو کر نیچے گر پڑا۔

"میرا خیال ہے، میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں — تمہارے مردہ دوست کو کسی ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو اس کے پاس بیٹھ کر اس کی لاش کی دیکھ بھال کر سکے — اس لیے تم اب اس کنوئیں میں اپنے دوست کے ساتھ ہی رہو گے — جب تک کہ تم زندہ رہ سکو —"

اور عنبر رسّی تھام کر اُوپر چڑھنے لگا — انگریز فوجی نے نیچے سے رسّی کو کئی بار جھٹکے دیے کہ وہ عنبر کو اُوپر نہ چڑھنے دے۔ لیکن عنبر کی طاقت کا بھلا وہ کہاں مقابلہ کر سکتا تھا۔ عنبر بڑے آرام سے مسکراتا ہوا، اُوپر چڑھ گیا۔ کنوئیں سے باہر آ کر اس نے دیکھا کہ انگریز فوجی بھی رسّی کو پکڑ کر اوپر آنے کی جدوجہد کر رہا تھا — عنبر نے آواز دی:

"نہیں نہیں بھئی، تم اپنے دوست کو چھوڑ کر نہیں آ سکتے — اُسے تمہاری ضرورت ہے —"

اور عنبر نے اُوپر سے رسّی کو زوردار جھٹکا دیا — انگریز فوجی رسّی سے الگ ہو کر دھڑام سے اپنے دوست کی لاش پر گر پڑا — عنبر نے آخری بار کنوئیں میں جھانک کر دیکھا۔ کہ انگریز فوجی اچھل کود کر شور مچا رہا تھا — جس نے عنبر کے لیے موت کا جال بچھایا تھا، وہ خود اس جال میں پھنس چکا تھا — عنبر آگے روانہ ہو گیا —

دن کافی نکل آیا تھا — عنبر کو اب واپس زنگون پہنچ کر ناگ کو تلاش کرنا اور پھر اسے ساتھ لے کر لاہور کی طرف روانہ ہو جانا تھا۔ اُسے سلومی کا بھی خیال آ رہا تھا، لیکن وہ تو ایسے غائب ہو چکی تھی کہ جیسے زمین پر زندہ ہی نہ تھی — اب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غائب سلومی کو عنبر کہاں تلاش کر سکتا تھا — یہ تو اتفاق سے کہیں مل جائے تو مل جائے، لیکن عنبر نے دل میں تہیہ کر رکھا تھا کہ نوکھے شاہی ہار کی امانت زیب النساء کو دینے کے بعد وہ ناگ سے مل کر سلومی کو ضرور تلاش کرے گا — سلومی کے ساتھ ہی عنبر کو اپنی بچھڑی ہوئی پرانی بہن ماریا کا بھی خیال آ گیا. ناگ اور ماریا نے عنبر کے ساتھ پانچ ہزار سال کا مل کر سفر کیا تھا — اب عنبر اسی پانچ ہزار سال کے پرانے سفر پر واپس جا رہا تھا — ناگ تو اُسے مل گیا تھا، ماریا ابھی نہیں ملی تھی. اس کا ساتھ بھی بہت ضروری تھا — یہ تینوں مل کر سفر کریں تو کتنا اچھا ہو — عنبر نے سوچا —

کٹا ہوا سَر

ناگ بادلوں میں اُڑتا جا رہا تھا —

اس کے نیچے پُراسرار بند بگھی بھی پہاڑیوں کے درمیان وادی کی سڑک پر بھاگی جا رہی تھی — اب چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں قریب آ گئی تھیں — سڑک دو پہاڑیوں کے درمیان پھنس کر گزرنے لگی تھی۔ ایک جگہ جھیل آ گئی — یہ چھوٹی سی جھیل تھی جو تالاب کی شکل کی تھی — اس کی آدھی سطح کنول کے سامنی پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھی —

بند بگھی یہاں پر رک گئی — پراسرار سیاہ پوش کوچوان بگھی کے اوپر سے اُتر کر نیچے آیا — اس نے بگھی کی کھڑکی کھول کر اندر ہاتھ ڈالا — پھر ایک ٹین کی صراحی باہر نکال کر جھیل سے پانی بھر کر اندر بگھی میں کسی کو دیا۔ دوبارا اپنی سیٹ پر بیٹھا۔ گھوڑوں کو جھیل کی طرف لے گیا۔ انہیں پانی پلایا اور پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا — یہ سارا منظر ناگ نے ایک درخت کی ٹہنی پر بیٹھ کر دیکھا — بگھی آگے روانہ ہوئی تو ناگ نے بھی اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ساتھ ساتھ اُڑنا شروع کر دیا۔

ابھی تک یہ بھید نہیں کھلا تھا کہ بگھی میں کون بیٹھا ہے، جسے کوچوان نے پانی دیا تھا۔ بگھی کے گھوڑے بڑی تیز رفتار سے اڑے جا رہے تھے۔ یہ راستہ چالدہ کی طرف نہیں بلکہ پردم کی پہاڑیوں کی طرف جاتا تھا جن کے بارے میں زنگون میں آج سے سو سال پہلے مشہور تھا کہ وہاں جن بھوتوں کا بسیرا ہے۔ ادھر کبھی کوئی نہیں گیا تھا۔ ناگ کو اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔ وہ کچھ بور ہو گیا۔ اُس نے دل میں سوچنا شروع کر دیا کہ اُسے واپس چل کر عنبر کی تلاش میں نکلنا چاہیے۔ آخر وہ کہاں تک اس بگھی کا تعاقب کرتا جائے گا۔

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بگھی ایک جگہ پہاڑیوں کے اندر ایک غار یا سُرنگ میں داخل ہو گئی۔ ناگ پہاڑیوں پر سے نیچے اتر آیا۔ سُرنگ کے اندر سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز کچھ دیر آتی رہی، پھر سُرنگ خاموش ہو گئی۔

ناگ سوچنے لگا، یہ کون سا انوکھا راستہ ہے جدھر بگھی جا رہی ہے؟ کیونکہ سڑک اسی طرح آگے چلی جا رہی تھی۔ بگھی اس سڑک سے ہٹ کر سُرنگ میں داخل ہوئی تھی۔

ناگ نے انسانی شکل میں آ کر سُرنگ میں جھانک کر دیکھا۔ اندر تھوڑی دور تک دن کی روشنی تھی۔ اس کے بعد اندھیرا چھایا

ہوا تھا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اب گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز بھی نہیں آ رہی تھی۔ ناگ نے واپس جانے کا فیصلہ کیا اور سُرنگ سے ہٹ کر سڑک پر آ گیا۔

ابھی وہ سڑک پر چڑھا نہیں تھا کہ اچانک اس کی نظر گھاس پر پڑے کاغذ کے ایک پرزے پر پڑی۔ یہ سو سال پہلے کے زرد رنگ کے موٹے کاغذ کا ایک ٹکڑا تھا جو لگتا تھا کسی کتاب کی جلد کے اندر سے پھاڑا گیا ہے۔ اس پر انگریزی میں کچھ لکھا تھا۔

ناگ نے کاغذ اٹھا لیا۔ اس پر کسی نے آنکھوں میں لگانے والے اس زمانے کے روغنی سُرمے سے صرف تین لفظ لکھے تھے، "H7P" بڑے کٹے پھٹے لفظ تھے، جیسے کوئی اچھلتی بھاگتی بگھی میں جلدی میں لکھتا ہے۔ ان کے درمیان "E" کا لفظ بھی نہیں تھا، لیکن یہ ظاہر ہو جاتا تھا کہ کسی کو مدد کی ضرورت ہے۔

ناگ کا ماتھا ٹھنکا۔ ضرور اس بگھی میں کسی کے ساتھ ظلم ہونے والا ہے۔ کوئی زبردستی کسی عورت یا مرد کو اغوا کر کے لیے جا رہا ہے۔ اس کی مدد کرنا چاہیے۔ ناگ واپس مڑا اور سرنگ میں داخل ہو گیا۔

وہ اس وقت انسانی روپ میں تھا۔ اس نے فوراً ایک چھوٹی نیلی چڑیا کی شکل اختیار کی اور سرنگ میں آگے کی طرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اڑنا شروع کر دیا — سُرنگ میں اندھیرا تھا — ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا — ناگ اڑتا چلا گیا — آگے جا کر سُرنگ گھوم گئی تھی — ایک جگہ اُسے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز آئی — ناگ اس آواز کی طرف لپکا —

اُس نے دیکھا کہ سُرنگ میں اُوپر چھت پر سے کسی سوراخ میں سے ہلکی ہلکی روشنی نظر آ رہی تھی — اس روشنی میں بگھی اور گھوڑے ایک طرف سرنگ کی دیوار سے لگ کر کھڑے تھے. گھوڑے ابھی تک ہانپ رہے تھے اور کسی وقت وہ ہنہناتے تو ان کے نتھنوں سے جھاگ اُڑتی — ناگ اڑتے اڑتے نیچے آ گیا —

بگھی کا دروازہ کھلا تھا، مگر اندر کوئی نہیں تھا — ناگ نے سوچا. کوچوان اور وہ مسافر جسے ناگ کی مدد کی ضرورت تھی، کہاں ہو گا — ناگ نے سُرنگ کو آگے جا کر دیکھا. یہاں سُرنگ کی دیوار تنگ ہو گئی تھی اور بگھی یہاں سے نہیں گزر سکتی تھی. شاید اسی لیے اسے پیچھے ہی کھڑا کر دیا گیا تھا. ناگ آگے اڑتا گیا — سرنگ چونکہ تنگ تھی، اس لیے وہ کھل کر نہیں اڑ سکتا تھا — وہ اڈاری مار کر ذرا آگے جاتا، پھر رُک جاتا —

آگے ایک زینہ آ گیا — یہ پرانے پتھروں کا زینہ تھا جو سرنگ کے نیچے جا رہا تھا. ناگ نے سوچا کہ چڑیا بن کر وہ گیا تو شاید کسی کی مدد نہ کر سکے — اُسے انسان یا سانپ کی

شکل میں نیچے جانا چاہیے — اُسی وقت ناگ نے ایک کالے سانپ کا روپ بدلا اور زینے کی دیوار پر رینگتے ہوئے نیچے اُترنا شروع کر دیا —

زینہ کافی نیچے تک چلا گیا تھا. یہاں پھر بڑا گہرا اندھیرا تھا — کوئی آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی — فضا میں بڑی نم دار بو تھی — اب ناگ کو پانی کے گرنے اور بہنے کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دینے لگی — برما کی پہاڑیوں میں کئی ایک مقامات پر پہاڑیوں کے اندر چھوٹی چھوٹی نہریں اور چھوٹے دریا بہتے ہیں — یہ ان چشموں کا پانی جمع ہو کر ندی یا دریا کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو پہاڑیوں کے نیچے گہری غاروں اور کھڈوں میں پھوٹتے ہوتے ہیں؛ چنانچہ یہ اندر ہی اندر پہاڑوں کو توڑ کر راستے بنا لیتے ہیں اور میلوں بہتے چلے جاتے ہیں — پھر آخر میں کسی کھلی جگہ نکل کسی ندی یا دریا یا سمندر میں جا گرتے ہیں —

ناگ اس قسم کی ندیوں اور چھپے ہوئے دریاؤں سے واقف تھا. وہ سانپ کی شکل میں رینگتا ہوا زینے سے نیچے اُتر گیا. اس کے سامنے ایک پانچ چھ فٹ چوڑی ندی کا پانی بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا. اس کے اوپر پہاڑی کی چھت تھی اور ایک جانب قدرتی پتھروں کا فٹ پاتھ سا بن گیا تھا. ناگ اس فٹ پاتھ پر رینگتے ہوئے ندی کے ساتھ ساتھ چلا —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ندی کا سفید پانی سرنگ کے اندھیرے میں بڑی تیزی سے جھاگ اڑاتا بہہ رہا تھا اور اس سے بڑی دہشت آ رہی تھی۔ آگے جا کر ندی ایک تاریک غار میں داخل ہو کر گم ہو جاتی تھی۔ اس غار کی چھت ندی کے جھاگ اڑاتے پانی سے کوئی ایک فٹ اونچی تھی — ظاہر ہے یہاں سے کوئی انسان نہیں گزر سکتا تھا — پھر وہ بھگی کا سیاہ پوش کوچوان کہاں چلا گیا؟

ناگ نے اپنا پھن اٹھا کر دیوار کے اوپر نیچے دیکھا۔

اس کی نظر دیوار پر ایک جگہ رک گئی، جہاں وہ کنڈلی مارے بیٹھا تھا وہاں اس سے کوئی چار فٹ اوپر دیوار میں ایک سوراخ سا بنا ہوا تھا — ناگ دیوار کے اوپر رینگتا ہوا اس سوراخ میں آ گیا۔

یہ ایک چوکور سوراخ تھا اور اس کا منہ اتنا تھا کہ اس میں سے ایک آدمی جھک کر بڑی آسانی سے گزر سکتا تھا۔ ناگ سوراخ میں داخل ہو گیا —

آگے پھر اندھیرا تھا — مگر چونکہ ناگ سانپ کی شکل میں تھا — اس لیے اُسے اندھیرے میں بھی دکھائی دے رہا تھا۔ سوراخ میں آگے جا کر پھر زینہ آ گیا — یہ چھ سات سیڑھیوں والا چکر دار زینہ تھا —

ناگ خاموشی سے رینگتا ہوا نیچے اُتر گیا — یہاں اُسے

پہلی بار ایک انسانی آواز سنائی دی —

یہ کسی عورت کی چیخ کی آواز تھی —

ناگ چونکا — اس نے اپنا پھن کھڑا کر لیا اور پھنکار مار کر محسوس کیا کہ چیخ کی آواز کدھر سے آئی تھی — پھر وہ تیزی سے آگے بڑھا — گہرے اندھیرے میں اُسے ایک طرف ہلکی سی روشنی نظر آئی — یہ آگ کے ایک شعلے کی روشنی تھی جو تہہ خانے میں ایک جانب کونے میں رکھے کسی برتن میں جل رہی تھی —

یہاں بہت خطرہ تھا — ناگ کو اپنی جان کا بھی خیال تھا، کیونکہ وہ مر سکتا تھا — اس نے دیوار پر رینگنا شروع کر دیا — اب وہاں اس نے ایک انگریز خوب صورت لڑکی کو دیکھا کہ جسے پتھر کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا — وہی سیاہ پوش شیطان صورت کوچوان اُس کے منہ میں کپڑا ٹھونس رہا تھا — لڑکی سر مار رہی تھی — جب وہ قابو میں نہ آئی تو شیطان سیاہ پوش نے اُس کے سر پر ایک ڈنڈے کی ضرب لگائی، جس سے لڑکی بے ہوش ہو گئی۔

سیاہ پوش شیطان اب آگ کے برتن کی طرف متوجہ ہوا — اُس نے اس کے آگے دوزانو بیٹھ کر کچھ منتر پڑھنے شروع کر دیے — اس کی آواز بلند ہوتی چلی گئی۔ ساتھ ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھ وہ ناچتے ۔ تھا میں کچھ کہتا بھی چلا جا رہا تھا۔ ناگ دیوار کے ساتھ چپکا سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ شیطان سیاہ پوش نے جیب سے ایک پڑیا نکال کر کھولی اور اس کا سفوف آگ میں ڈال دیا — ایک شعلہ بلند ہوا اور تہ خانے میں بدبودار دھواں پھیل گیا — ناگ کا دم گھٹنے لگا۔

وہ واپس جانے لگا تھا کہ تہ خانے کی چھت میں سے ایک بھاری پتھر اپنے آپ کھسک گیا — اندر روشنی آ گئی — چھت کے سوراخ میں سے ایک انسانی کٹا ہوا سر نیچے لٹکنے لگا — چھت کا پتھر واپس اپنی جگہ پر آ گیا —

یہ ایک عورت کا سر تھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ سرخ آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں اور کٹی ہوئی گردن میں سے خون ٹپک رہا تھا — کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر سیاہ پوش شیطان ہاتھ باندھ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا —

کٹے ہوئے سر نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا اور ستون کے ساتھ بندھی ہوئی خوب صورت گوری چٹی انگریز لڑکی کے گرد ایک چکر کاٹا — واپس آگ کے شعلے کے اوپر آ کر وہ سر ہوا میں ٹک گیا — سیاہ پوش شیطان کی طرف دیکھ کر سر نے کہا:

"اب تم نے مجھے کس لیے بلایا ہے سامری کی اولاد؟

ہیں نے : تم زادو خوب صورت لڑکی تجھے بخش دی تھی۔ اب منتر پڑھ پڑھ کر مجھے کیوں تنگ کر رہا ہے؟"

سیاہ پوش شیطان نے سر جھکا کر کہا:

"اے چڑیلوں کی ملکہ، میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن یہ عورت مجھ سے نفرت کرتی ہے — ہوش میں آتے ہی مجھ سے بھاگنے کی کوشش کرتی ہے۔"

چڑیل کے سر نے نفرت سے کہا:

"بکواس بند کر، اور یہ بتا کہ تو اب کیا چاہتا ہے؟"

سیاہ پوش نے کہا:

"چڑیلوں کی ملکہ، اس لڑکی کی یادداشت گم کر دے۔ اس کے دماغ پر ایسا اثر ڈال دے کہ اسے کچھ بھی یاد نہ رہے کہ یہ کون ہے اور کہاں سے آئی ہے — بس یہی سمجھے کہ میں اس کا مالک ہوں اور یہ میری کنیز ہے۔"

چڑیل کے کٹے ہوئے سر نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا اور بے ہوش انگریز لڑکی کے گرد تین چکر لگانے کے بعد آگ کے شعلے کے اوپر آ کر بولی:

"یہاں سے اسے لے جا — شہر جا کر کسی چھوٹے بچے کو قتل کر کے اس کے جسم کا سارا خون نچوڑ کر اس عورت کے سر پر ڈال دے — اس کے بعد یہ یادداشت کھو چکی ہو گی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمہیں ہی اپنا سب کچھ سمجھے گی — اب دفع ہو جا میری آنکھوں کے سامنے سے اور خبردار دوبارا کبھی مجھے منتر پھونک کر بُلانے کی کوشش نہ کرنا۔

چڑیل کا سر چیختا شور مچاتا چھت کی طرف بلند ہونے لگا — چھت کی سِل خود بخود اپنی جگہ سے ہٹ گئی — سر باہر کو اڑ گیا — سِل پھر اپنی جگہ پر آگئی اور تہہ خانے میں اندھیرا چھا گیا — جیسے آگ کا شعلہ دُور کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا — ناگ سانپ کی شکل میں دیوار کے ساتھ چپٹا یہ ہولناک تماشا دیکھ رہا تھا — چڑیل کے جانے کے بعد سیاہ پوش شیطان نے بے ہوش انگریز لڑکی کو کھول کر اپنے کندھے پر ڈالا اور تہہ خانے سے نکل کر سوراخ میں سے گزرتا ہوا ندی کے پتھریلے فٹ پاتھ پر آگیا — ناگ سانپ کی شکل میں برابر اُس کا پیچھا کر رہا تھا —

ندی کے فٹ پاتھ پر وہ اندھیرے میں جھکا جھکا چل رہا تھا۔ کیونکہ یہاں چھت زیادہ اونچی نہیں تھی — ندی کو پیچھے چھوڑ کر سیاہ پوش شیطان دوسرے تہہ خانے میں آگیا — لڑکی اس کے کندھے پر بے ہوش پڑی تھی — یہاں سیڑھیاں چڑھ کر وہ باہر اُس سُرنگ میں آگیا جہاں اس کی پُراسرار بگھی اور گھوڑے کھڑے تھے — ناگ اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ سیاہ پوش

شیطان نے لڑکی کو بگھی میں ڈالا — اُوپر چڑھ کر کوچوان کی سیٹ پر بیٹھا اور باگیں تھام کر زور سے گھوڑوں کو چابک مارا۔ گھوڑے ہنہناتے ہوئے اپنی دونوں اگلی ٹانگوں پر کھڑے ہو گئے اور پھر واپس مُڑ کر سرپٹ دوڑتے ہوئے سُرنگ سے باہر نکل گئے۔

ناگ کبوتر بن کر اس کے اُوپر اُڑنے لگا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ سیاہ پوش شیطان کہاں جاتا ہے اور اس کے ساتھی کون کون لوگ ہیں —

بگھی ایک بار پھر پہاڑیوں میں دوڑنے لگی۔ ناگ برابر اس کا تعاقب کرتا چلا گیا — جنگل، پہاڑ عبور کرنے کے بعد بگھی ایک پتھریلی سڑک پر آگئی — یہ سڑک برما کے سب سے بڑے شہر رنگون کو جاتی تھی —

اُڑتے اُڑتے اچانک ناگ کو اپنے دوست عنبر کی بُو محسوس ہوئی — اس نے اُڑتے اُڑتے سڑک پر پیچھے کی طرف دیکھا۔ دُور اسے ناریل کے درختوں میں ایک نوجوان آتا دکھائی دیا جس کی چال ڈھال عنبر سے ملتی جلتی تھی۔

اُدھر عنبر نے بھی چلتے چلتے فضا میں ناگ کی بُو کو سونگھ لیا تھا — وہ بڑا خوش ہوا کہ اس کا جگری دوست ناگ کہیں آس پاس ہی ہے — وہ ارد گرد دیکھنے لگا — مگر ناگ اسے کسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کسی شکل میں بھی نہ نظر آیا — اتنے میں ایک کبوتر اُڑتا اُڑتا آیا اور عنبر کے سر پر آکر بیٹھ گیا —

عنبر نے خوشی سے نعرہ لگایا :

"ناگ —"

کبوتر اُڑ کر عنبر کے سامنے آگیا — پھر فوراً ہی انسان کی شکل میں سامنے ظاہر ہو گیا — وہ ناگ ہی تھا — دونوں دوست ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے —

عنبر نے کہا :

"خدا کا شکر ہے کہ ایک بار پھر تمہاری شکل دیکھی —"

ناگ نے کہا :

"تم آدم خور جزیرے سے کہاں گم ہو گئے تھے ؟"

عنبر نے کہا :

"پیارے دوست، یہ بڑی لمبی کہانی ہے — رنگون چل کر سناؤں گا — پہلے یہ بتاؤ کہ تم رنگون کیسے پہنچے اور ادھر تم میری تلاش میں اُڑتے پھر رہے تھے ؟"

ناگ نے کہا :

"میری کہانی بھی بڑی دلچسپ ہے — لیکن اس وقت میں ایک لڑکی کی جان بچانے کی فکر میں ہوں ؟"

"کون ہے وہ لڑکی ؟" عنبر نے پوچھا۔

"گوری میم ہے — انگریز ہے کوئی ؟"

"کیا اس کے بال سنہری ہیں ؟"

"ہاں —"

"آنکھیں نیلی ہیں ؟"

"ہاں —" ناگ نے کہا : "مگر کیا تم اُسے جانتے ہو ؟"

عنبر نے کہا :

"ارے وہ ضرور سلومی ہے — یہ مجھے آدم خور جزیرے میں ملی تھی — پھر ایک چڑیل نے اسے غائب کر دیا ؟"

ناگ نے کہا :

"اسی چڑیل نے اُسے ایک شیطان کے حوالے کر دیا ہے۔ جو اُسے لے کر شہر رنگون کی طرف بھی میں لے جا رہا ہے۔ وہ ایک بے گناہ بچے کا خون کرنے والا ہے جو میں نہیں ہونے دوں گا — تم ایسا کرو، مجھے رنگون کی بندرگاہ والی سرائے میں ملنا"

ناگ نے جاتے جاتے پوچھا :

"کیا تم نے شاہی ہار بھلا دھن بادشاہ کو دے دیا تھا ؟"

عنبر نے جواب دیا :

"ہاں، مگر بادشاہ وہ ہار اپنی پڑپوتی زیب النساء بیگم کے حوالے کرنا چاہتا ہے جو لاہور میں مغربہ جہانگیر کے قریب رحمان بابا کے پاس انگریزوں سے چھپ کر زندگی بسر کر رہی ہے۔ ہار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہے پاس ہے — ہم دونوں اب لاہور کی طرف روانہ ہوں گے "
ناگ نے کہا :

"بہت خوب، ایسا ہی کریں گے — میں تمہیں رنگون کی بندرگاہ والی سرائے میں ملوں گا — اس شیطان کے پیچھے جاتا ہوں "

" ہاں ہاں ناگ، سلومی کی ضرور جان بچاؤ اور اُسے میرا بتانا اور ساتھ سرائے میں لے آنا "

"بہت اچھا — خدا حافظ "

" خدا حافظ "

اتنا کہہ کر ناگ ایک بار پھر کبوتر بن کر اُڈاری مار کر اڑ گیا —

عنبر اسے دُور بادلوں میں جاتے دیکھتا رہا — پھر وہ اُس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا — عنبر نے سوچا کہ اب جب کہ ناگ اسے مل گیا ہے تو پھر کسی بیل گاڑی میں بیٹھ کر آرام سے باقی سفر طے کرنا چاہیے —

وہ سڑک کے کنارے کھڑا ہوگیا کہ شاید اُدھر سے کوئی بیل گاڑی گزرے — کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد پیچھے سے ایک گھوڑ سواروں کا دستہ آیا جو ایک پالکی کو اپنی حفاظت میں لیے جا رہا تھا — عنبر سڑک سے ایک طرف ہٹ گیا — پالکی میں رنگون شہر کا سب سے بڑا برمی جوہری پھامو سوار تھا — اس کی شان دار پالکی کو چار گھوڑے چلا رہے تھے۔

اچانک عنبر کے قریب سے گزرتے ہوئے پالکی رُک گئی — پالکی کا ریشمی پردہ ایک طرف ہٹا — جوہری پھامو نے سر باہر نکال کر عنبر کو دیکھا اور ٹوٹی پھوٹی اردو میں کہا :

" تم لوگ کو کدھر کو جاتا ؟"

عنبر نے بڑی صاف ستھری برمی زبان میں کہا :

" میں رنگون جانا چاہتا ہوں "

برمی جوہری بڑا خوش ہوا کہ یہ تو برمی نکلا — اُس نے کہا :

" تم شکل سے اچھے خاندان کے نوجوان لگتے ہو — اس لیے میں نے پالکی رکوالی تھی کہ اس ویرانے میں تمہیں کوئی سواری نہیں ملے گی — مگر تم شکل و صورت سے برما کے رہنے والے معلوم نہیں ہوتے۔ پھر تم ہماری زبان کیسے بول لیتے ہو ؟"

عنبر نے کہا :

" جناب، میں چھوٹا سا تھا کہ باپ کے ساتھ اس ملک میں آگیا تھا، پھر یہیں رہنے لگا اور اسی ملک میں جوان ہوا "

" اندر آجاؤ "

جوہری پھامو نے عنبر کو پالکی میں اپنے سامنے بٹھا لیا۔ پالکی آگے روانہ ہوگئی — جوہری پھامو ساٹھ پینسٹھ برس کی عمر کا بڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوشیار اور چالاک جوہری تھا۔ انسان اور پتھروں کو ایک نظر میں ہی پہچان لیتا تھا کہ اس میں کتنی کھوٹ ہے اور کتنی حقیقت ہے۔ عنبر کی شکل دیکھ کر ہی اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس نوجوان کے پاس کوئی ایسی قیمتی شے موجود ہے جسے ساتھ لے کر وہ پیدل سفر کرنا نہیں چاہتا۔ اب وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ شے کیا ہے!

جوہری نے عنبر سے ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں کہ وہ ادھر کہاں سے آ رہا تھا اور نگر میں کیا کام کرتا ہے۔ اور پھر عجیب سے انداز میں عنبر سے باتیں کر رہا تھا۔ پھر اپنی آنکھوں میں آنسو بھر کر بولا:

"بیٹا! اب میں تمہیں اصل بات بتاتا ہوں کہ میں نے تمہیں دیکھ کر پالکی کیوں رکوائی تھی۔ تمہاری شکل میرے بیٹے سے ملتی ہے۔ تمہیں دیکھ کر مجھے بے اختیار اپنا بیٹا یاد آ گیا۔"

عنبر نے پوچھا:

"آپ کا بیٹا نگر میں ہے کیا؟"

پھر عنبر کو خیال آیا کہ اسے یہ سوال نہیں پوچھنا چاہیے تھا کیونکہ جوہری کی تو آنکھوں میں آنسو تھے۔ ظاہر ہے اس کا بیٹا مر چکا ہوگا۔

بوڑھے جوہری نے بڑی ٹھنڈی آہ بھر کر کہا:

"میرا بیٹا مجھے چھوڑ کر اگلے جہاں جا چکا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"مجھے بڑا افسوس ہے۔"

جوہری بولا:

"مجھے تمہاری شکل میں اپنا بیٹا مل گیا۔ کیا تم میرے پاس رہو گے؟"

عنبر نے کہا:

"انکل! یہ تو میں کہہ نہیں سکتا کیونکہ میں تو کاروبار کے سلسلے میں دوسرے ملکوں میں اکثر جاتا رہتا ہوں۔"

"کیسا کاروبار ہے تمہارا؟"

عنبر نے یونہی کہہ دیا:

"جڑی بوٹیاں جنگل سے چن کر ان کی تجارت کرتا ہوں۔"

جوہری نے کہا:

"اچھا وعدہ کرو کہ تم جب بھی کسی ملک کی طرف جاؤ گے یا اس ملک سے واپس آؤ گے تو میرے گھر ضرور آیا کرو گے۔"

"وعدہ کرتا ہوں۔"

جوہری چاچا نے مکاری سے کہا:

"اب تم جنگل سے جڑی بوٹیاں تلاش کر کے آ رہے ہو کیا؟"

عنبر نے جواب دیا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں انکل، لیکن ابھی انہیں اکٹھا کرنے کا پیزن نہیں آیا۔"

"تو پھر آپ میرے غریب خانے پر چل کر رہنا۔"

عنبر نے سوچا کہ اس شخص سے پیچھا چھڑانے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ اس کی ہاں میں ہاں ملاتے جاؤ اور رنگون پہنچ کر اس سے الگ ہو جاؤ۔

عنبر نے کہا:

"بہت بہتر جناب۔"

جوہری بڑا خوش ہوا۔ پالکی رنگون کی طرف جا رہی تھی۔

دوسری طرف ناگ کبوتر کی شکل میں سیاہ پوش کی تیز رفتار بگھی کے اوپر برابر اڑا چلا جا رہا تھا۔ شہر رنگون ابھی تین میل کے فاصلے پر تھا کہ بگھی دریائے ایروادی کے کنارے ایک طرف جنگل میں مڑ گئی۔ یہاں جنگل میں درختوں کے نیچے اندھیرا چھایا ہوا تھا اور دریا کے دلدلی کنارے پر جگہ جگہ خونی مگرمچھ کیچڑ میں لیٹے ہوئے تھے۔ درختوں کی گنجان اور جھکی جھکی شاخوں میں زرد اور سبز رنگ کے بڑے بڑے سانپ لٹک رہے تھے اور اپنی سرخ زبانیں نکال کر پھنکاریں مار رہے تھے۔ بگھی کے گھوڑوں کو آگے گزرنے میں بڑی دقت ہو رہی تھی۔ کیونکہ درختوں کی شاخیں پکے راستے پر جھکی ہوئی تھیں۔

گھوڑے ایک جگہ رک گئے۔ سیاہ پوش نے انہیں زور سے

چابک مارنے شروع کر دیے۔ گھوڑے اگلے پاؤں اٹھا کر زور سے ہنہنائے۔ ایسا کرتے ہوئے درخت کے اوپر لٹکے ہوئے سانپوں نے ان کی گردنوں پر ڈس دیا۔ گھوڑوں نے ایک بھیانک چیخ ماری اور لڑکھڑا کر گر گئے۔

سیاہ پوش نے سانپوں کو ڈستے دیکھ لیا تھا۔ وہ اوپر والی سیٹ سے چھلانگ لگا کر نیچے اترا۔ بگھی کا دروازہ کھول کر بے ہوش لڑکی کو کندھے پر ڈالا اور جنگل کے اندر جانے والے راستے پر چل پڑا۔

ناگ کبوتر کی شکل میں اس کے اوپر منڈلا رہا تھا۔ یہ سارا تماشا اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ دونوں گھوڑوں کی لاشیں دریا کنارے دلدل پر پڑی تھیں اور بگھی آگے کو جھک گئی تھی۔ ناگ بگھی کے اوپر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ کبوتر کی شکل میں جنگل میں نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے فوراً ایک اژدہے والے دو فٹ لمبے نسواری رنگ کے سانپ کا روپ دھار لیا۔

ناگ سانپ بن کر بگھی پر سے چھلانگ لگا کر نیچے اترا اور اس نے سیاہ پوش کے پیچھے پیچھے رینگنا شروع کر دیا۔ جہاں کہیں کوئی دلدل یا کوئی پانی سے بھرا ہوا کھڈ آ جاتا تو وہ اڑ کر اسے عبور کر جاتا۔ اسی طرح ناگ نے سیاہ پوش کا تعاقب جاری رکھا۔ جنگل کے بیچ میں بہت آگے جا کر ایک چھوٹا سا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ شدید آگ جس کے دروازے پر جنگلی جھاڑیاں پڑی تھیں—
سیاہ پوش اس طرح گرے کہ اس کے اندر گھس گیا—

تھوڑی دیر بعد ناگ بھی سانپ کی شکل میں اندر پہنچ چکا تھا— اس نے دیکھا کہ سیاہ پوش نے اس بے ہوش لڑکی کو زمین پر ڈال کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھے۔ منہ میں کپڑا ٹھونسا اور دونوں ہاتھ چھت کی طرف اٹھا کر بولا:

اے میرے گرو جادوگر! میری مدد کر— اب میں تجھے کھوپڑی سے اٹھا کر خوش کر دوں گا، اس کی گردن کاٹ کر اس کا خون اس لڑکی کے سر پر ڈالوں گا تاکہ یہ بھی دوامت جنگل جلتے اور جھاڑیوں میں چھپ کر رہے گے

اتنا کہہ کر وہ منتر کے دروازے سے باہر آگیا— ناگ دروازے کی دہلیز کے بالکل سامنے اپنا پھن اٹھائے اس کا انتظار کر رہا تھا— جوں ہی سیاہ پوش نے اپنے سامنے خوفناک ناگ کے سانپ کو پھن اٹھائے دیکھا— فوراً اپنی جیب سے پگھلنے والے کا پستول نکال کر فائر کر دیا— پستول میں سے پہلے دھواں نکلا— پھر دھماکہ ہوا— پھر گولیاں نکل کر ناگ کے پھن کے اوپر سے گزر گئیں— ناگ نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا کہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا— اگر یہ پستول چلانے والا ہوتا تو اس کے اندر آگ کا بارود بھرا تھا اور اس کی گولیاں تیز جن کے پھل کر سکتی تھیں—

اب ناگ کو کوئی فکر نہیں تھی کیونکہ پستول چلانے کے لیے سے دوبارہ بھرنے کی ضرورت تھی— جس کی مہلت ناگ نے دو(نوں) وہ اپنی جگہ سے اڑ کر سیدھا سیاہ پوش کی گردن پر آگیا۔ اس نے سیاہ پوش کی گردن کے گرد کنڈلی ماری اور اپنا پھن پھیلا اس کے منہ کے آگے کر کے لہرانے لگا— سیاہ پوش کی تو جان ہی نکل گئی— وہ تھر تھر کانپنے لگا— وہ ایک ظالم تو تھا لیکن ایک چیخ کر ہائے کرنے لگا تھا— اس کو معلوم ہو چکا تھا ناگ نے اسے زیادہ مہلت نہ دی اور بڑے آرام سے اپنا پھن سیاہ پوش کے ہونٹوں کے قریب لے جا کر اس کے ہونٹ کو چھیڑے، ہونٹوں میں اپنے دانت گاڑ کر سارا زہر انڈیل دیا— سیاہ پوش نے ایک چیخ ماری اور زہر نے اسے بے ہوش کر کے زمین پر گرا دیا—

اس کے زمین پر گرنے سے پہلے ہی سانپ اس کی گردن سے نکل کر منتر کی دہلیز پر جا بیٹھا تھا— سیاہ پوش کی موت کے بعد ناگ نے پھر سے انسان کی شکل اختیار کر لی اور منتر کے اندر داخل ہو گیا— لڑکی ابھی تک بے ہوش پڑی تھی— ناگ نے اٹھا کر باہر لاکر ایک کنوئیں کے پاس لے آیا— پانی کے چھینٹے اس کے منہ پر مارے تو اسے ہوش آگیا— اس نے پوچھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں کہاں ہوں ؟"

ناگ نے مسکرا کر اُسی کی انگریزی زبان میں کہا :

"تم اپنے بھائی کے پاس ہو — کیا تمہارا نام سلوی ہے ؟"

"ہاں —"

"تو پھر میرے ساتھ چلو — تمہارا ایک اور بھائی عنبر، تمہارا رنگون میں انتظار کر رہا ہے —"

"عنبر ؟ کہاں ہے وہ ؟ مجھے اس کے پاس لے چلو — کم بخت ایک چڑیل مجھے ٹیلے کے کھنڈر سے اُٹھا کر لے گئی تھی —"

ناگ نے کہا :

"وہ چڑیل اب کبھی تمہارے پاس نہیں آئے گی — اُس نے جس شیطان کے حوالے تمہیں کیا تھا، اسے ایک سانپ نے ہلاک کر دیا ہے اور اس کی لاش وہ پڑی ہے —"

اس کے بعد ناگ نے سلوی کو ساتھ لیا اور جنگل کے دشوار اور خطرناک راستے سے گزرنے لگا — اس نے سلوی کو بتایا کہ میرا نام ناگ ہے اور میں عنبر کا پرانا دوست ہوں۔ سلوی نے پوچھا :

"بہادر شاہ بادشاہ کو اس کی امانت پہنچا دی گئی ہے کیا ؟"

ناگ نے اسے عنبر کی ساری داستان سنا ڈالی اور بتایا کہ اب وہ لوگ شاہی امانت لے کر لاہور جا رہے ہیں، جہاں وہ

بادشاہ کی پوتی شہزادی زیب النساء کو مغلیہ شاہی ہار دے دیں گے۔

سلوی نے اداس ہو کر کہا :

"اور میں اپنے ماں باپ کے پاس لندن کب جاؤں گی ؟"

ناگ نے کہا :

"یہ عنبر کے پاس چل کر فیصلہ کرتے ہیں —"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پُراسرار غار کی موتی

جنگل زیادہ گھنا اور خطرناک ہو گیا۔

سلومی کو ناگ کے بارے میں سوائے اس کے اور کچھ علم نہ تھا کہ وہ عنبر کا دوست ہے ۔۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ اصل میں ایک سانپ ہے ۔۔ جو زمین پر پانچ سو برس زندہ رہنے کے بعد اب جس شکل میں چاہے، نمودار ہو سکتا ہے ۔۔ وہ جنگل میں ناگ کے ساتھ بے حد ڈری ڈری چل رہی تھی: دریا کے کنارے کنارے چل کر جنگل کے اس کچے راستے پر آ گئے جو آگے جا کر رنگون جانے والی سڑک پر جا نکلتا تھا۔ ناگ سوچنے لگا کہ اگر یہ انگریز لڑکی اُسے کبوتر بن کر اُڑتا ہوا دیکھ لے تو

ور غش کھا کر گر پڑے ۔۔

رنگون جانے والی سڑک پر آتے ہی انہیں ایک گھوڑا گاڑی مل گئی، جس نے شام ہونے سے پہلے پہلے انہیں رنگون پہنچا دیا ۔۔

ادھر مکار جوہری عنبر کو ساتھ لے کر اپنے شاندار بنگلے پر آ گیا ۔۔ عنبر سرائے میں پہنچ کر ناگ کا انتظار کرنا چاہتا تھا ۔۔ مگر جوہری نے کچھ ایسی چکنی چپڑی باتیں کیں کہ عنبر اس کے بنگلے پر آ گیا ۔۔ اس نے فوراً نوکروں کو حکم دیا کہ شام کی چائے لگا دی جائے ۔۔

جوہری پچامو کا بنگلہ بڑا خوب صورت تھا ۔۔ دریائے ایراوتی اس کے پیچھے سے گزرتا تھا ۔۔ دو منزلہ پختہ بنگلہ تھا جس کے کمرے بڑے کھلے تھے اور سجے ہوئے تھے ۔۔ شام کی چائے پینے کے بعد عنبر نے جانے کی اجازت مانگی تو جوہری پچامو نے کہا:

"میں تمہیں اپنا خاص بدھ مندر دکھانا چاہتا ہوں جو میں نے اپنے بنگلے میں ہی بنوا رکھا ہے ۔۔ اس میں تمہیں دنیا کے بہترین بُت ملیں گے ۔۔ آؤ میرے ساتھ ۔۔ مندر دیکھ کر چلے جانا ۔۔"

عنبر نے سوچا کہ چلو رات ہونے تک واپس سرائے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہنچ جاؤں گا — شاید ناگ بھی رات ہونے سے پہلے سرائے میں
نہیں آئے گا —

برمی جوہری نے اس دوران میں اپنے خاص نجومی کو
خفیہ کمرے میں بُلا کر عنبر کے بارے میں پوچھا تو اُس نے
عنبر کا زائچہ دیکھ کر کہا :

" اس نوجوان کے پاس ایک ایسا ہیرے کا ہار ہے
جس کی قیمت اس وقت دس کروڑ پونڈ ہے "

یہ سُن کر جوہری پھامو خوشی سے اُچھل پڑا —

"بس بس، اس کے آگے مجھے کچھ نہ بتاؤ"

نجومی نے کہا :

" ایک اور بات بھی زائچہ بتا رہا ہے اور وہ یہ ہے
اس لڑکے کے پاس کوئی ایسی خفیہ طاقت ہے کہ جس
مدد سے یہ ہمیشہ زندہ رہے گا — ہاں، کسی کنوئیں میں لڑھک
جانے سے یہ بے بس ہو سکتا ہے "

" ٹھیک ہے — سب سمجھ گیا — اب تم جاؤ "

نجومی کو رخصت کرکے جوہری پھامو نے عنبر کو ساتھ
اور اپنے بنگلے کے عقب میں آگیا — یہاں ایک پُرانا مند
جس کا دروازہ کوئی پانچ سو برس پُرانا تھا — جوہری پھا
نے دل میں ایک سازش تیار کر رکھی تھی — وہ عنبر کو

کر مندر کے اندر داخل ہوگیا —

عنبر نے دیکھا کہ دیوار کے طاقوں میں مہاتما بدھ کی بڑی
خوب صورت سنگِ مرمر اور کانسی کی مورتیاں پڑی تھیں۔ مندر
میں اندھیرا تھا — مگر چھت کے ساتھ لٹکے ہوئے موی شمعدان
ہلکی ہلکی روشنی بکھیر رہے تھے — یہاں کا ماحول بڑا پُر اسرار
تھا — مندر کے نیچے سیڑھیاں جاتی تھیں — جوہری اپنی بھاری
بھرکم توند کو سنبھالے آگے آگے جا رہا تھا —

" آؤ میرے بیٹے، تمہیں اپنے مندر کا سب سے پُرانا
سونے کا بُت دکھاتا ہوں — یہ بُت میرے پڑ دادا نے رنگون
کے ایک قدیمی بادشاہ کے بیٹے سے خریدا تھا — تم نے ایسا
بُت ساری زندگی نہیں دیکھا ہوگا —"

عنبر یوں ہی وقت گزارنے کی غرض سے ساتھ ساتھ
چلا جا رہا تھا — سیڑھیاں ایک ایسے اندھیرے کمرے میں جا
کر ختم ہوگئیں جہاں ایک چھوٹا سا پانی کا تالاب بنا ہوا تھا۔
اس کے ارد گرد پتھر کا چبوترہ تھا —

عنبر نے کہا :

" موم بتی نہیں ہے یہاں ؟"

جوہری پھامو نے ایک موی شمع دان روشن کرتے ہوئے
کہا :

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بس وہ سامنے طاق میں ہے سونے کا بُت — آ جاؤ، اس طرف سے آ جاؤ۔"

جوہری پھاہو خود تو ایک طرف مومی شمعدان لے کر کھڑا رہا اور عنبر کو اس نے دوسری طرف سے آنے کا اشارہ کر دیا۔ عنبر کے دل میں بھی ایک پل کے لیے یہ خیال نہ آیا کہ کہیں اُس کے ساتھ کوئی خوف ناک دھوکا تو نہیں ہو رہا؟ وہ بے دھڑک تالاب کے کنارے چبوترے کی طرف بڑھا — اُس نے تیسرا قدم اُٹھا کر رکھا ہی تھا کہ اس کا پیر نیچے چلا گیا اور وہ دھڑام سے ایک اندھے کنویں میں گر پڑا — اُسے مکار جوہری کے قہقہے کی آواز سنائی دی —

عنبر نے کہا:

"تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا انکل، آخر کیوں؟ میں نے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔"

مکار جوہری نے اوپر سے آواز دی:

"اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو میں ایک دھاگا نیچے لٹکاتا ہوں — اس دھاگے کے سرے کے ساتھ وہ قیمتی ہار باندھ ڈالو — جو تمہارے پاس ہے — پھر میں تمہیں یہاں سے نکال دوں گا۔"

عنبر نے کہا:

"یہ ہار کسی کی امانت ہے، میں تمہیں کیسے دے سکتا ہوں؟"

جوہری نے جواب میں کہا:

"تو پھر قیامت تک اسی کنویں میں پڑے رہو گے، کیونکہ میرے جوتشی نے مجھے بتا دیا ہے کہ تم مر نہیں سکتے۔"

عنبر بڑا حیران ہوا کہ کم بخت اس کا اتنا قابل جوتشی کہاں سے آ گیا کہ اس نے ٹھیک ٹھیک حساب لگا کر بتا دیا — اُس نے کہا:

"انکل، میں تمہیں ہار نہیں دے سکتا — یہ کسی کی امانت ہے — مجھے یہ امانت اس کے پاس پہنچانی ہے۔"

جوہری نے کنویں کے اوپر لکڑی کا ایک تختہ ڈال دیا۔ اور واپس اپنے بنگلے میں آ گیا — اس نے جوتشی کو بُلا کر اس سے مشورہ کیا —

جوتشی نے کہا:

"فکر نہ کرو مالک، دو ایک دن کنویں میں پڑا رہے گا تو اپنے آپ سیدھی راہ پر آ جائے گا — دو روز بعد جا کر پتا کرنا، وہ ضرور قیمتی ہار تمہارے حوالے کر دے گا۔"

مکار جوہری کو اس لیے بھی زیادہ فکر نہیں تھا کہ ہار اس کے اپنے کنویں میں پڑا تھا — دو دن بعد بھی وہ عنبر سے گفتگو کر سکتا تھا اور دس دن بعد بھی — اس نے یہ بھی فیصلہ کر رکھا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ اگر دو تین دن کے بعد بھی عنبر نہ مانا تو وہ کنوئیں میں کھولتا ہوا تیل انڈیل دے گا — ہو سکتا ہے جوتشی کا حساب غلط ہو۔ کیونکہ کوئی بھی انسان کھولتے ہوئے تیل میں زندہ نہیں رہ سکتا۔

ادھر ناگ اور سلومی رات کے پہلے پہر کو رنگون کی سرائے میں پہنچ گئے — یہاں انہوں نے کوٹھڑی میں بستر لگوا دیے اور عنبر کی تلاش شروع کر دی — عنبر ابھی تک وہاں نہیں پہنچا تھا — ناگ نے سلومی کو کوٹھڑی میں بیٹھے رہنے کی ہدایت کی اور عنبر کی تلاش میں شہر میں نکل آیا —

شہر میں کہیں کہیں پرانی طرز کے بانس کے مکانوں اور سڑک کے دونوں جانب بنی ہوئی سو سال پہلے کی دکانوں میں تیل کے دیے اور موم شمعیں روشن تھیں — بہت کم لوگ دکھائی دے رہے تھے — یہاں نہ ریڈیو کی آواز تھی، نہ ٹیلی وژن کی آواز تھی — نہ کاروں، بسوں، سکوٹروں اور رکشوں کا شور تھا — ہر طرف ایک خاموشی تھی —

سو سال پہلے کا رنگون اتنا بڑا شہر نہیں تھا جتنا وہ آج کل ہے۔ لوگ اندھیرا ہوتے ہی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے۔ ناگ نے سارے شہر کی گشت لگائی — ہر دکان میں جھانک کر دیکھا۔ ہر سرائے میں جا کر پوچھا — عنبر کہیں نہیں تھا — وہ یہ سوچ کر واپس آ گیا کہ ہو سکتا ہے وہ کسی انسان کی مدد کرنے راستے میں کہیں

ل گیا ہو —

اس نے سلومی سے کہا:

" عنبر کو راستے میں شاید کوئی ضروری کام پڑ گیا ہو گا۔ ہم اسی سرائے میں بیٹھ کر انتظار کریں گے"

سلومی نے کہا:

" کہیں وہ کسی مصیبت میں تو نہیں پھنس گیا؟"

ناگ بولا:

" مصیبت اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی — فکر نہ کرو"

لیکن اس وقت عنبر جس مصیبت میں تھا، کم از کم وہ اس کا بہت کچھ بگاڑ سکتی تھی — یعنی یہ مصیبت کیا کم تھی کہ عنبر اس تنگ ے اندھیرے کنوئیں میں سے باہر نہیں نکل سکتا تھا — وہ کنوئیں کی تہہ میں خشک اور گیلے پتھروں پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ وہاں سے کس طرح باہر نکلے —

اوپر سے کنوئیں کا منہ بند تھا اور اندر گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا — عنبر نے اٹھ کر دوسری بلکہ تیسری بار کنوئیں کی گول دیوار کو ٹٹولنا شروع کر دیا —

یہ کنواں ایک ہزار برس پرانا تھا اور مکار جوہری کو بھی نہیں معلوم تھا کہ اس کے نیچے کیا اسرار اور راز چھپا ہوا ہے۔ عنبر نے ایک اینٹ کو ذرا سا کھینچا تو وہ اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باقی سوراخ میں گردن ڈال کر دوسری طرف دیکھا — دوسری طرف اُسے پانی کے کسی جگہ سے گرنے کی ٹپ ٹپ آواز آرہی تھی — عنبر کو محسوس ہوا کہ ادھر کافی جگہ خالی خالی ہے۔ وہ سوراخ میں سے گزر کر دوسری طرف آگیا — اس کے پاؤں پتھر کی سیڑھی پر ٹک گئے — تین سیڑھیاں اُتر کر وہ پانی میں آگیا — پانی اُس کے ٹخنوں تک تھا — اس کے کندھے دیواروں کو چھو رہے تھے۔ وہ پانی میں آگے چل پڑا۔

اندھیر بہت گہرا تھا — عنبر کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اتنا اُسے احساس تھا کہ وہ ایک لمبی سرنگ میں چل رہا ہے۔ چھت اُس کے سر سے کوئی دو تین فٹ اونچی تھی۔ خدا جانے اب کس طرف سے روشنی کی دھندلی سی لہر آرہی تھی، جس سے سرنگ کا پانی عنبر کو دکھائی دینے لگا تھا —

جوں جوں وہ آگے بڑھ رہا تھا، پانی گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ آخر پانی عنبر کے کندھوں تک آگیا — وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ سرنگ کبھی دائیں طرف کو مڑ جاتی اور کبھی بائیں طرف کو مڑ جاتی تھی۔ عنبر کو یقین تھا کہ یہ سُرنگ ضرور کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جگہ باہر ضرور نکلتی ہے۔

پانی گدلا تھا اور اس میں سے تیز بُو اُٹھ رہی تھی — ایسے لگتا تھا جیسے وہ کئی صدیوں سے سرنگ میں اپنی جگہ کھڑا ہے۔

کسی جگہ سے سرنگ کی چھت پر سے پانی کے قطرے بھی ٹپک رہے تھے —

شڑاپ کی آواز کے ساتھ کسی نے سرنگ کی دیوار کے سوراخ میں سے پانی میں چھلانگ لگا دی — عنبر رُک گیا۔ کوئی شے پانی میں تیرتی ہوئی اس کی طرف بڑھ رہی تھی — دھندلی روشنی میں عنبر نے دیکھا کہ وہ شے پانی کی سطح پر اپنے پیچھے لہریں چھوڑ رہی تھی —

عنبر سمجھ گیا — وہ ایک سانپ تھا، پانی کا سانپ — برما کے پانی کے سانپ بے حد زہریلے ہوتے ہیں اور یہ پانی کے اندر ڈبکی لگا کر تیرتے انسانوں کو بھی کاٹ لیتے ہیں۔ سانپ عنبر کے قریب آگیا تھا —

عنبر ایک طرف ہٹ کر سرنگ کی دیوار کے ساتھ لگ گیا، لیکن سانپ نے اُسے ڈس دیا — عنبر نے ہاتھ بڑھا کر سانپ کو گردن سے پکڑ لیا — سانپ پانچ چھ فٹ لمبا تھا — اس نے عنبر کے بازو کے گرد بل ڈال دیے اور اُسے کسنا شروع کر دیا۔ لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا — عنبر نے سانپ کے سر کو سرنگ کی دیوار سے رگڑ کر کچل ڈالا۔

مرے ہوئے سانپ کو پانی میں پھینک کر عنبر نے پھر آگے بڑھنا شروع کیا — سرنگ اب تھوڑی چوڑی ہو گئی تھی — پانی بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کم ہونے لگا تھا۔ آخر پانی ٹخنوں تک آ گیا، مگر سرنگ پھر تنگ ہو گئی — عنبر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ سرنگ کہاں جا کر ختم ہو گی — کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ سرنگ سارے شہر رنگون کے نیچے گھوم گئی ہے ! ایسی صورت میں تو اس کی بھول بھلیوں میں پھنس کر رہ جائے گا — ہو سکتا ہے اسے پھر واپس اسی موت کے کنوئیں میں آنا پڑے — لیکن اس کا دل کہہ رہا تھا کہ یہ سرنگ کہیں نہ کہیں ضرور باہر نکلتی ہے —

سرنگ کی روشنی ختم ہو گئی — اب پھر وہاں اندھیرا چھا گیا۔ عنبر سرنگ کی دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہا تھا — وہ گیلی زنگ بھری پتھریلی دیوار پر ہاتھ رکھے آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک ایک جگہ اس کا ہاتھ دیوار کے اندر چلا گیا — عنبر رُک گیا۔ یہاں دیوار میں ایک سوراخ تھا — اس سوراخ میں سے ہلکی روشنی کی دھندلی دھندلی کرنیں باہر آ رہی تھیں —

سوراخ چھوٹا تھا، عنبر کا سر اندر نہیں جا سکتا تھا — وہ بڑا حیران ہوا کہ وہاں روشنی کہاں سے آ رہی تھی ؟ شاید یہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ ہو —

عنبر نے دیوار کی کچھ اینٹیں گرا دیں — پھر اس نے سر ڈال کر اندر جھانکا — یہ ایک چھوٹا سا تہہ خانہ تھا — جس کے پہلو میں ایک اور چھوٹی سی سرنگ اندر کو جا رہی تھی۔ روشنی اس سرنگ

سے نکل رہی تھی — وہ سوراخ میں سے گزر کر تہہ خانے میں آ گیا۔ یہاں فرش پر پتھر بکھرے پڑے تھے — فضا میں گھٹن اور تیزابو تھی —

عنبر پہلو والی سرنگ میں داخل ہو گیا — فرش پر پانی بالکل نہیں تھا — روشنی کی وجہ سے عنبر آسانی سے آگے بڑھنے لگا —

اُسے ایک آواز ہر قدم پر قریب آتی محسوس ہو رہی تھی۔ یہ آواز ایسی تھی جیسے کسی آپریشن تھیٹر کی مشین میں انسان کا دل دھڑک رہا ہو —

دھم دھم دھم دھم —

بڑے رونگٹے کھڑے کر دینے والی آواز تھی۔ عنبر نے سوچا، کہیں یہ اُس کے اپنے دل کی آواز تو نہیں ہے ؟ اُس نے کھڑے ہو کر اپنے دل کی آواز سننے کی کوشش کی — نہیں، یہ اس کے اپنے دل کی آواز نہیں تھی — یہ آواز سرنگ کے آگے سے آ رہی تھی — عنبر کو وہ چڑیل یاد آ گئی۔ جس نے پہاڑی والے مندر میں اپنا سر کاٹ کر الگ کر لیا تھا — کہیں یہاں بھی تو کوئی چڑیل اس کا انتظار نہیں کر رہی ؟

پُر اسرار آواز اب زیادہ صاف سنائی دینے لگی — عنبر رکا نہیں، بڑھتا رہا۔ وہ اس انسانی دل کی اتنی بلند آواز کا معما

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حل کرنا چاہتا تھا — آواز زیادہ بلند ہوگئی۔ سرنگ ایک طرف گھومی تو عنبر ششدر ہوکر وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ اس کے سامنے دیوار آگئی تھی — سرنگ یہاں بند ہوگئی تھی — سامنے دیوار میں ایک طاق تھا، جس میں ایک سیاہ رنگ کی مورتی رکھی تھی — مورتی کی شکل بڑی ڈراؤنی تھی اور کسی چڑیل سے ملتی جلتی تھی — اس کے آگے ایک دیا جل رہا تھا — مورتی کی آنکھیں سرخ تھیں جن میں سے سرخ شعاعیں نکل رہی تھیں — مورتی کے سیاہ جسم کے اندر سرخ دل صاف دھڑکتا دکھائی دے رہا تھا — یہ اسی دل کی آواز تھی جو سرنگ میں گونج رہی تھی —

عنبر وہیں رُکا، مورتی کو تکنے لگا۔

مورتی کی سرخ آنکھوں کے ڈیلے حرکت کرنے لگے۔ کبھی وہ آہستہ سے دائیں ہو جاتے، کبھی بائیں طرف کو گھوم جاتے پھر وہ سیدھے عنبر کے چہرے کی طرف گھورنے لگے — سیاہ مورتی کے دو سفید دانت باہر نکلے ہوئے تھے، جن میں سے عنبر کو خون کے قطرے ٹپکتے نظر آرہے تھے۔

مورتی کے دل کے دھڑکنے کی آواز آہستہ ہوتے ہوتے غائب ہوگئی۔ مگر اسے مورتی کا دل اسی طرح دھڑکتا صاف دکھائی دے رہا تھا —

اچانک مورتی کا ایک بازو اوپر اُٹھنا شروع ہوا — عنبر نے دیکھا کہ اس ہاتھ میں ایک ترشول تھا جس کے آگے تین خنجر لگے تھے — پھر مورتی کے ہاتھ نے پوری طاقت سے عنبر کی طرف تین خنجروں والا ترشول پھینک دیا — آندھی طوفان کی آواز بلند ہوئی اور ترشول عنبر کی گردن سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا — مورتی نے عنبر کی گردن کا بڑا درست نشانہ لیا تھا —

مورتی کا دوسرا بازو حرکت میں آیا — اس ہاتھ میں سانپوں کا ایک گچھا لہرا رہا تھا اور چھوٹے بڑے کتنے ہی سانپ پھنکاریں مار رہے تھے۔ مورتی نے سارے سانپوں کا یہ گچھا عنبر کی طرف اچھال دیا — سارے کے سارے سانپ عنبر کے سر پر آکر گرے۔ اور دیکھتے دیکھتے اس کے جسم سے لپٹ کر اسے ڈسنے لگے — مگر ہوتا یہ تھا کہ جو سانپ عنبر کو ڈستا وہ اپنے آپ اس کے بدن کو چھوڑ کر نیچے گرتا اور مر جاتا۔ تمام سانپ ایک ایک کرکے مر گئے —

مورتی ابھی تک عنبر کی طرف غضب ناک آنکھوں سے دیکھ رہی تھی — اُس کا ہر وار ناکام جا رہا تھا — اس کا سرخ سرخ دل ایک دم سے پھر دھم دھک کی آواز سے دھڑکنا شروع ہوگیا۔ تہہ خانے میں گویا موت کی آواز گونجنے لگی —

اب عنبر نے آگے بڑھ کر مورتی پر حملہ کر دیا۔ اُس نے فرش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پرسے وہی ترشول اُٹھا کر اس کے تینوں خنجر مورتی کے دھڑکتے ہوئے دل میں گھونپ دیے — فضا میں ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی۔ اور سیاہ مورتی کے سینے سے خون کا فوارہ اچھل پڑا۔ عنبر جلدی سے پیچھے ہٹ گیا —

اس کے ساتھ ہی موی شمع بجھ گئی — تہہ خانے میں اندھیرا چھا گیا — مورتی غائب ہوئی اور اس کی جگہ دیوار میں ایک گول سوراخ بن گیا —

وہ سوراخ میں سے دوسری طرف اتر گیا — اس کا خیال تھا کہ یہ آبشار کسی پہاڑی کے دامن میں گر رہا ہے — اور وہ باہر نکل سکے گا۔

یہ ایک گول سرنگ تھی، جس کی سیڑھیاں دُور نیچے تک چلی گئی تھیں — آگے جا کر سیڑھیاں پھر اوپر کو چڑھنا شروع ہوگئیں — سیڑھیوں کے آخر میں ایک نیچی چھت کا ہال کمرہ سا آگیا — جس میں کتنے ہی پتھر کے ستون فرش سے چھت تک گئے ہوئے تھے — یہاں ہر ستون کے ساتھ ایک مورتی بنی ہوئی تھی — ہر مورتی کی آنکھوں سے آگ کے شرارے نکل رہے تھے —

عنبر کے جاتے ہی فضا میں عورتوں کی چیخیں بلند ہونے لگیں۔ عنبر ایک ستون کے ساتھ چپ چاپ کھڑا ہو گیا — عورتوں کی چیخیں

ختم ہوئیں تو ایسی بھیانک آوازیں آنے لگیں جیسے قبرستان میں بے شمار چڑیلیں ایک ساتھ بَین کر رہی ہوں۔

عنبر نے دیواروں کو دیکھنا شروع کیا کہ شاید کہیں سے باہر جانے کو کوئی راستہ مل جائے — مگر سب دیواریں سخت پتھر کی تھیں پھر اچانک سامنے کی دیوار شق ہوگئی۔ اس میں سے ایک بہت بڑا اژدہا جس کے چھ سات منہ تھے، باہر نکل آیا۔ اس کا سب سے بڑا منہ درمیان میں تھا اور ایک غار کی طرح کھلا تھا — اس کی سرخ زبان اس غار میں سے بار بار باہر نکل رہی تھی —

عنبر کچھ پریشان سا ہوگیا — پھر اس نے بہادری سے اس بلا کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور آگے بڑھا۔ اژدہا ایک گرجدار پھنکار کے ساتھ اس کی طرف بڑھتا چلا آرہا تھا — یہ اتنا بڑا اژدہا تھا کہ اس نے آدھا کمرہ چھپا لیا تھا۔ اس کا سب سے بڑا سر چھت کو چھو رہا تھا — عنبر نے ایک پتھر اٹھا کر زور سے اژدہا کے سر پر مارا — اس کا اژدہا پر کوئی اثر نہ ہوا — اژدہا غصے میں آکر پھنکارا — اُس نے اتنے زور سے سانس اندر کی طرف کھینچا کہ فرش پر گرے پڑے پتھر اُڑ اُڑ کر اژدہا کے منہ میں جانے لگے —

عنبر نے ایک ستون کو پکڑ لیا — تیز آندھی اسے اژدہا کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف کھینچ رہی تھی — اُس نے پوری طاقت سے ستون کو جکڑ لیا تھا، لیکن اژدہا نے دوسری بار جب سانس اندر کو کھینچا تو ستون اپنی جگہ سے ٹوٹ کر گر پڑا اور عنبر کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ وہ کاغذ کے پرزے کی طرح اُڑتا ہوا اژدہا کے منہ کے اندر چلا گیا — اس کے اندر آتے ہی اژدہا نے ایک گرج دار آواز نکالی اور اپنا منہ بند کر لیا — وہ واپس مڑا اور غار میں چلا گیا — دیوار پھر اپنی جگہ پر آ گئی۔

عنبر اژدہا کے پیٹ میں پھسل کر آن گرا تھا — اُس نے آنکھیں کھول کر اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کی — اُسے اپنے سر کے اُوپر اژدہا کی پسلیوں کی چھت نظر آئی —

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

- عنبر اژدہا کے پیٹ سے کیسے باہر نکلا؟
- ناگ اور عنبر سلومی کی دوبارہ ملاقات کہاں ہوئی؟
- اگلی قسط میں ناگ عنبر کی پیاری بہن ماریا انہیں کیونکر ملی؟
- اور عنبر نے شاہی نولکھے ہار کی امانت کس طرح شہزادی زیب النساء تک پہنچائی؟

ان سارے سوالوں کے جواب

"ناگ لندن میں"

میں ملیں گے